قدرت کے حسین نظاروں کا مزہ
کناری ہوٹل (کشمیر ویو) کے سنگ

Kausar
BANASPATI & COOKING OILS
کچھ خاص ہے ماں کے کھانے میں
Trusted for 25 Years Kausar
KausarCookingOils
Pakistan Standards

ہاشمی گھرانہ
آپ کے گھرانے کے لئے
HASHMI KAJAL
Hashmi Honey
Hashmi Ispaghol
Hashmi Joshanda
BENCHMARK

حکومت پاکستان کی وزارت اطلاعات سے باقاعدہ منظور شدہ
ماہنامہ
آبِ حیات
لاہور
جلد ۲۰ شمارہ ۲ فروری ۲۰۲۰ء
زیر نگرانی
حضرت مولانا قاری عبدالسلام حدوتی عباسی
مہتمم دارالقرآن جامعہ علیوٹ مری
مدیر اعلیٰ
مولانا محمود الرشید حدوٹی عباسی
خلیفہ مجاز
پیر طریقت عارف وقت حضرت اقدس شاہ ڈاکٹر عبدالمقیم صاحب دامت برکاتہم
خلیفہ مجاز
شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ
قیمت فی شمارہ 20 روپے
سالانہ 350 روپے
ملنے کا پتہ
ادارہ آبِ حیات ٹرسٹ
غوث گارڈن 2 جی ٹی روڈ مناواں لاہور کینٹ
0300-0321-9458876
Mahmoodhadoti@gmail.com

ماہ نامہ آب حیات لاہور

فروری ۲۰۲۰ء

اِدَارَہ آب حَیَات کی عَاجزَانَہ خِدمَات

ادارہ آب حیات ٹرسٹ حکومت پاکستان سے باقاعدہ رجسٹرڈ ہے، جو گزشتہ دو دہائیوں سے رفاہی، فلاحی اور دینی خدمات انجام دے رہا ہے، یہ ایک غیر سیاسی ادارہ ہے، ادارہ کے تحت ماہ نامہ آب حیات، ماہ نامہ تحفہ خواتین، ماہ نامہ شان دار، ماہ نامہ صدائے جمعیت، شہر لاہور سے تسلسل سے شائع ہو رہے ہیں، ان پر ہر ماہ ہزاروں روپے کے اخراجات اٹھتے ہیں، مخیر حضرات کی خصوصی توجہ مطلوب ہے، یہ صدقہ جاریہ ہے جو قیامت تک ان شاءاللہ اپنا فیضان عام کرے گا، ادارہ کے حسابات باقاعدہ منظور شدہ آڈیٹر سے آڈٹ ہوتے ہیں۔

اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ دنیابھر کا مسلمان سخت پریشان ہے، مسائل کا شکار ہے، مصائب میں چاروں سے طرف سے گھیرا جاچکا ہے، اندرونی اور بیرونی خلفشا میں مبتلا ہے، کہیں باہم دست و گریبان ہے اور کہیں دشمنان اسلام کی سنگینوں اور توپوں کے دہانے پر ہے، کہیں چلتی بندوق کا سامنا ہے تو کہیں شمشیر وسنان سے اس کاانگ انگ زخمی اور مجروح ہے۔

ستاون اسلامی ممالک ہیں، مگر حقیقت یہ ہے کہ سب کے سب برائے نام اسلام کا نام لیتے اور اپنے کو اسلامی کہلواتے ہیں، وہ بھی اس لیے کہ ہمارے حکمران مسلمان ماں باپ کے گھروں میں پیداہوئے ہیں ورنہ وہ اس تکلف کو بھی کسی صورت برداشت نہ کریں۔

سب سے پہلے اپنے گھر کی خبر لیجیے، پاکستان اسلامی جمہوریہ ہے، اس کے آئین و قانون میں قرآن وسنت کو سپریم حیثیت حاصل ہے،اسلام بالادست قانون ہے، اللہ کی حاکمیت سپریم ہے، مگر یہاں ہو کیا رہا ہے، یہاں اسلام اور اسلامیات سے کھلواڑ ہو رہا ہے، یہاں اسلام کو بازیچہ اطفال بنایا گیا ہے۔

عقل و شعور سے عاری حکمران ہمارے سروں پر مسلط ہیں، جن کے پاس سوچنے سمجھنے کی صلاحیتوں کا فقدان ہے، ابھی تھوڑا ہی عرصہ گزرا ہے کہ حزب اقتدار نے کرپشن کرپشن کا نعرہ الاپ کر اپنے سیاسی مخالفین کے لیے پاکستان کی کشادہ زمین تنگ کر دی تھی، حزب مخالف کے سرکردہ لوگوں کو چن چن کر نیب کے کالے قوانین کے تحت جیلوں میں ٹھنسوایا گیا، ان لوگوں کو ناکردہ جرائم کی سزائیں سنوائی گئیں، ججوں نے اعتراف کیا کہ ہم سے یہ فیصلے زبردستی کروائے گئے، اسلام آباد ہائی کورٹ کے چیف جسٹس شوکت صدیقی نے برملا اس بات کا اعتراف کیا، خصوصی عدالت کے جج ارشد ملک کی ویڈیو لیک ہو گئی جس میں ان کا اعترافی بیان موجود ہے کہ میں نے اپنے ضمیر کے خلاف فیصلہ دیا ہے۔

حزب مخالف کے لوگوں کو جیلوں میں ٹھونسنے کے بعد جب حزب اقتدار کا کلیجہ ٹھنڈا ہو گیا تو اس نے جذبات ترحمانہ کا اظہار کرتے ہوئے نیب قوانین کو صدر پاکستان کے صدارتی آرڈیننس کے ذریعے تبدیل کر دیا، پھر ایک جلسہ عام میں وزیر اعظم پاکستان عمران خان نے اعلان کیا کہ میرے دوست اب خوش ہوں گے کہ نیب کے قوانین میں تبدیلی آگئی ہے، کیونکہ اس کی زد میں میرے دوست بھی آرہے تھے، جس ملک میں ایک مسلمان حکمران یوں بیان دے تو اس سے کیا یہ اندازہ نہیں لگایا جا سکتا کہ ہمارے حکمرانوں کے اخلاق کا کس قدر دیوالیہ ہو چکا ہے۔

ادھر چیف آف آرمی کو ان کی مدت ملازمت میں توسیع دی گئی ہے، وہ تین سال مزید سپہ سالار رہیں گے، ہمیں اس سے کوئی پرخاش نہیں کہ انہیں تاحیات سپہ سالار بنا دیا جائے مگر ہمیں افسوس اور دکھ اس بات پر ہے کہ یہ تقاضائے انصاف کے بالکل خلاف ہے، اس سے دوسرے جرنیلوں کے حق کی تلفی لازم آتی ہے، جو اسی دورانیے

میں جرنیل بننے جارہے تھے مگر حکمرانوں کی خواہش نے ان کے راستے میں دیوار چن دی اور وہ سپہ سالار نہ بن سکے، یہ بھی ہمارے اخلاقی دیوالیہ پن کی واضح علامت ہے، اللہ جانے عالمی سطح پر یہ کیا گیم ہو رہی ہے، ادھر ہمارے پڑوسی ملک انڈیا میں بھی آرمی چیف کی مدت ملازمت بڑھادی گئی ہے اور ادھر ہمارے ملک میں بھی آرمی چیف کی مدت ملازمت بڑھانے پر قانون سازی ہو رہی ہے۔

پھر یہ بات دیکھیے کہ ملائشیا کے سربراہ مہاتیر محمد نے اسلامی ممالک کی ایک کانفرنس طلب کی، جس میں شرکت کے لیے انہوں نے پاکستان کو بھی دعوت دی، پاکستان نے اس کانفرنس میں شرکت کی دعوت قبول کرلی، مگر باوجوہ عین موقع پر پاکستانی وزیراعظم نے جانے سے انکار کردیا، بتایا گیا کہ انہیں بیرونی طاقتوں نے اس کانفرنس میں شرکت سے روکا تھا، یہ ہماری پستی کی ایک واضح علامت ہے، کہ ہم ایٹمی ملک ہونے کے باوجود دوسروں کے اشاروں پر چل رہے ہیں۔

ہم پہلے بھی ان خیالات کااظہار کرچکے ہیں کہ مقبوضہ کشمیر کی متنازعہ حیثیت انڈین قوانین میں ترامیم کے ذریعے ختم کردی گئی ہے، اب مقبوضہ کشمیر کا لفظ ہی نہیں بولا جارہا، جسے ہم مقبوضہ کشمیر کہتے تھے اور دنیا سے اپیلیں کرتے تھے کہ وہ کشمیر آزاد کروا کردے، اب اس موجودہ پوزیشن میں ہم ایسا بھی نہیں کہہ سکتے، کشمیر میں ڈیڑھ سو دن گزر گئے کرفیو کا سماں ہے، کشمیری گھروں کی چاردیواری میں محصور ہیں، چاروں طرف انڈین فوج ہے، اشیائے خورد و نوش کی قلت کا مسلمانان کشمیر کو سامنا ہے، ذرائع مواصلات جام ہیں، مگر حکومت پاکستان زبانی جمع خرچ کے علاوہ کچھ کرنے کی پوزیشن میں نہیں یا جان بوجھ کر کچھ کر نہیں پارہی، حالانکہ اگر ہمارے اندر سچا اسلامی جذبہ ہوتا تو ہماری حکومت اور ہماری فوج کبھی سے کوئی ایمانی قرآنی

فیصلہ کر چکی ہوتی کہ ہم اپنے مسلمان بھائی بہنوں کے لیے کیا کچھ کر سکتے ہیں، مگر فوج اور حکومت بظاہر کچھ نہیں کر رہی۔

ادھر انڈیا کے اندر لاکھوں مسلمان سڑکوں پر سراپا احتجاج ہیں، وہ نریندر مودی سرکار کے خلاف یک آہنگ ہیں، مسلمانوں کے ساتھ ہندو، سکھ اور دوسرے لوگ بھی کھڑے ہیں، یہ احتجاج شہری قانون کے خلاف ہو رہا ہے، جس میں مودی سرکار یہ قانون لا رہی ہے کہ انڈیا کے پڑوسی ممالک سے آنے والے سارے مذاہب کے لوگوں کو وہاں شہریت مل سکتی ہے جب کہ مسلمانوں کو نہیں مل سکتی، بلکہ انڈیا میں رہنے والے مسلمان پروف ثبوت دکھائے بغیر وہاں رہ بھی نہیں سکتے، ان کے لیے حراستی کیمپ قائم کیے گئے ہیں جہاں انہیں زندگی گزارنا ہو گی۔

میں حیران ہوں کہ کئی ماہ سے آسٹریلیا کے جنگلات میں لگنے والی آگ سے وہاں ہزاروں ایکٹر پر پھیلے درخت خاکستر ہو گئے ہیں، آگ ہے جو سرد ہونے کا نام نہیں لے رہی، اس آتش زدگی میں پچاس کروڑ جانور جھلس گئے یا جل کر خاکستر ہو گئے، کوئلے بن گئے یا راکھ میں بدل گئے، جو جانور زخمی ہیں، یا جو اس آگ سے کچھ فاصلے پر ہیں انہیں بچانے کے لیے دنیا کی مختلف تنظیمیں آسٹریلیا پہنچ گئی ہیں، جو ان کتوں، بلیوں، اور دیگر جانوروں کو بچانے میں مصروف ہیں، مگر ہمارے حکمران، ہمارے وردی پوش لوگ اپنے مسلمان بھائیوں کی دادرسی کے لیے کوئی عملی قدم اٹھانے کے لیے تیار نہیں ہیں۔

انڈیا کے کالجوں، سکولوں، یونیورسٹیوں میں آر ایس ایس کے گماشتے، غنڈے اور بدمعاش نہتے اور بے سروساماں لوگوں پر **گھس** کر حملے کر رہے ہیں، آہنی اوزاروں سے مسلمانوں کی پٹائی اور دھلائی کر رہے ہیں مگر اس ظلم پر کوئی صدائے

احتجاج بلند کرنے والا نہیں ہے، مسلمان وہاں اپنے تئیں احتجاج کر رہے ہیں مگر عالمی سطح پر ان کے حق میں کوئی مؤثر آواز اٹھتی سنائی نہیں دے رہی۔

ہمارے پیغمبر نبی کریم ﷺ نے مسلمان کو مسلمان کا بھائی قرار دیا ہے، مسلمان کی شان یہ بیان فرمائی کہ وہ اسے زبان اور ہاتھ سے ایذا نہیں پہنچاتا، وہ اس پر ظلم نہیں کرتا اور اسے تنہا نہیں چھوڑتا، ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے لیے ایک جسم کے مختلف اعضا کی مانند ہے، اگر کسی ایک عضو کو بھی تکلیف پہنچے تو سارا جسم مبتلائے بخار ہو جاتا ہے، شاعر مشرق کی زبان میں اخوت اور بھائی چارگی تو یوں ہونی چاہیے کہ اگر کابل میں رہنے والے کسی مسلمان کے قدموں میں کانٹا چبھ جائے تو ہندوستان کے بوڑھے بچے اور جوان سب ہی بے تاب ہو جائیں، سب ہی اضطرابی کیفیات میں مبتلا ہو جائیں، اگر کسی مسلم کے پاؤں میں کانٹے چبھے تو حق مسلمانی یہ ہے کہ دوسرا مسلمان اس کو اپنے دل میں پیوست ہوتا محسوس کرے۔

ہمارے حکمرانوں کو بھی چاہیے کہ جب انہیں اقتدار مل ہی گیا ہے تو اسے لذت عیش کے لیے اور موج مستی کے لیے نہ استعمال کریں بلکہ مسلم امہ کی پشتیبانی ان کی اولین ذمہ داری ہے، ان کا فرض منصبی ہے کہ وہ مسلم امہ کے لیے کچھ کر گزریں، یہ ان کے لیے بہترین موقع ہے کہ وہ ان لمحات کو قیمتی بنالیں اور اپنے مسلم بھائیوں کی فلاح و بہبود کے لیے کچھ کر لیں۔

خادم اسلام

محمود الرشید حدوٹی عباسی

۶ جنوری ۲۰۲۰ء بروز پیر، رات بارہ بجے

عقل و خرد سے عاری، متعصب ہندو وزیر اعظم نریندر مودی بھارتیہ جنتا پارٹی کے انتخابی منشور کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے پورے بھارت کو شاید ایک نہ بجھنے والی آگ میں جھونک چکا ہے، بھارت کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر مودی سرکار کے خلاف اپنے غیظ و غضب کا اظہار کر رہا ہے، ان صدائے احتجاج بلند کرنے والوں میں بلا تفریق مسلمان، ہندو، سکھ، آریہ سماج، بدھسٹ سبھی شامل ہیں، جو ایک ہی آہنگ اور آواز میں انقلاب انقلاب کا نعرہ رستاخیز بلند کر رہے ہیں۔

ایک ماہ سے زیادہ کا عرصہ گزر چکا ہے، بھارت کے در و دیوار مودی سرکار سے نفرت کا اظہار کر رہے ہیں، بھارتی پارلیمان میں شہریت کے بل کی منظوری کے بعد دنیا بھر میں مودی سرکار کو لعن طعن کا نشانہ بنایا جا رہا ہے، مودی پر چاروں طرف سے لعنت برس رہی ہے۔

مودی کے شیطانی اور مکروہ عزائم سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو چکی ہے کہ مودی کا درون بغض مسلم سے بھرا ہوا ہے، وہ کسی صورت مسلمان کو انڈیا میں برداشت نہیں کر سکتا، شاید چند سال پہلے بھارتی شہر گجرات میں زندہ مسلمانوں کو جلا

کر خاکستر کر دینے کی بزدلانہ کوشش ایک تجربہ تھا۔

بھارتی پارلیمان میں شہریت کے ترمیمی بل کو اکثریت رائے سے منظور کر لیا گیا تھا، لیکن اس بل کی منظوری کے بعد ہوا کیا کہ پوری بھارتی جنتا اس بل کے خلاف اور مسلمانوں کے خلاف اظہار نفرت کی مذمت میں اٹھ کھڑی ہوئی۔

باوجودیکہ بھارتی وزیر داخلہ امت شاہ نے بار بار اس بات کی یقین دہانی کروائی کہ یہ بل مسلمان مخالف نہیں ہے، ایک ایسی آگ لگی ہے جو کسی صورت ٹھنڈا ہونے کا نام نہیں لے رہی، مظاہرین دن اور رات بھارتی سڑکوں پر صدائے احتجاج بلند کرنے میں گزار رہے ہیں، دو درجن سے زیادہ جانیں بھی چلی گئیں، انڈین پولیس کو حکم دیا گیا کہ مظاہرین پر سیدھی گولیاں برسائی جائیں۔

عوام الناس تو اس متعصبانہ بل کی منظوری کے بعد میدان میں نکلے ہی تھے، تعلیمی اداروں میں زیر تعلیم نوجوانوں نے بھی اپنی تعلیم گاہوں میں صدائے احتجاج بلند کرتے ہوئے بھارتی سرکار کے اس اسلام دشمن اور مسلم کش قانون کے خلاف مظاہرے کیے۔

عالمی ذرائع ابلاغ کے مطابق آسام میں کوئی ایسی یونیورسٹی نہیں ہے جہاں دن میں مظاہرے اور رات میں مشعل کے ساتھ جلوس نہ نکل رہے ہوں، چشم دید گواہوں کا کہنا ہے کہ برسوں بعد اس قسم کے شدید مظاہرے دیکھے گئے ہیں۔

واقفان حال کا کہنا ہے کہ 'آسام میں تبدیلی آئی تھی اور لوگ ترقی کی راہ پر چل پڑے تھے لیکن اس متنازعہ، اسلام دشمن مسلم کش بل کے بعد ایک بار پھر سے پرانا آسام نظر آرہا ہے۔ اب تو طلبہ این آر سی کو بھی مسترد کر رہے ہیں اور ان کا مطالبہ ہے کہ وہاں پھر سے این آر سی ہو اور کیا ہندو کیا مسلمان جو بھی اس سے باہر ہوں اسے

وہاں سے نکالا جائے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا شہریت کا ترمیمی بل انڈین آئین کے خلاف ہے؟ عالمی ذرائع ابلاغ کہتے ہیں کہ مخالفین کے ہاں یہ بل انڈین آئین کے آرٹیکل ۵، ۱۰، ۱۴اور ۱۵ کی روح کے منافی ہے۔

بہت سے سیاسی اور سماجی حلقے بھی اس بل کو متنازع قرار دے رہے ہیں جس میں بنگلہ دیش،افغانستان اور پاکستان کی چھ اقلیتی برادریوں (ہندو، بدھ، جین، پارسی، عیسائی اور سکھ) سے تعلق رکھنے والے افراد کو انڈین شہریت دینے کی تجویز ہے۔

ناقدین کا کہنا ہے کہ اس میں مسلمانوں کے ساتھ امتیازی سلوک کیا گیا ہے۔ کانگریس کے رہنما ادھیر رنجن چودھری نے بھی اس بل کو آرٹیکل ۵، ۱۰، ۱۴اور ۱۵ کی خلاف ورزی قرار دیا ہے۔ تاہم وزیر داخلہ امت شاہ کا کہنا ہے کہ یہ بل اقلیتوں کے خلاف نہیں ہے۔ (بی بی سی اردو ڈاٹ کام)

کیا شہریت کا ترمیمی بل ۲۰۱۹ انڈین آئین کے مختلف آرٹیکلز کی خلاف ورزی کرتا ہے؟ اس کے متعلق بی بی سی کی نمائندہ گریریت سینی نے ہماچل پردیش نیشنل لا یونیورسٹی کے پروفیسر چنچل سنگھ سے بات چیت کی۔

پروفیسر چنچل سنگھ نے کیا کہا؟ شہریت کے ایکٹ ۱۹۵۵ میں بیرون ملک سے غیر قانونی طور پر آنے والے لوگوں کی تعریف کی گئی ہے۔ اس میں دو زمرے ہیں- ایک جو پاسپورٹ یا ویزے یعنی بغیر ضروری دستاویزات آئے ہیں اور دوسرے جو صحیح دستاویزات لے کر آئے لیکن مقررہ وقت کے بعد بھی یہاں رہے۔

اسی کے سیکشن دو میں ایک ترمیم کی جارہی ہے۔ بنگلہ دیش، افغانستان اور پاکستان سے چھ برادریوں کو غیر قانونی تارکین وطن کے زمرے سے ہٹادیا گیا ہے۔

لیکن اس ترمیمی بل میں کوئی لفظ 'مسلم' نہیں ہے۔

یعنی اگر ان تینوں ممالک سے کوئی دستاویزات کے بغیر آیا ہے اور وہ مسلمان ہے تو وہ غیر قانونی تارکین وطن کہلائے گا اور اسے انڈیا میں شہریت کے لیے درخواست دینے کا حق نہیں ہو گا۔

اب تک کوئی بھی شہریت کی درخواست دینے کا اہل نہیں تھا لیکن اس بل کی منظوری کے بعد مسلمانوں کے علاوہ باقی چھ مذہبی برادریاں اہل ہوں گی۔

اسی لیے یہ کہا جا رہا ہے کہ مسلم برادری کے ساتھ مذہبی بنیادوں پر امتیازی سلوک کیا جا رہا ہے جو انڈین آئین کی روح کے منافی ہے۔

آرٹیکل 5: آرٹیکل پانچ میں کہا گیا ہے کہ جب آئین نافذ ہو رہا تھا تو اس وقت انڈیا کا شہری کون ہو گا۔

اس کے مطابق: اگر کوئی شخص انڈیا میں پیدا ہوا تھا، یا

- جس کے والدہ یا والد انڈیا میں پیدا ہوئے تھے، یا
- اگر کوئی شخص آئین کے نفاذ سے قبل کم از کم ۵ سال سے انڈیا میں رہ رہا ہے تو وہ انڈیا کا شہری ہو گا۔

جب ۲۶ جنوری سنہ ۱۹۵۰ کو یہ آئین نافذ ہوا اس دن انڈیا کا شہری کون ہو گا اس کا ذکر آئین کے آرٹیکل پانچ میں موجود ہے۔

پروفیسر چنچل سنگھ نے کہا: آرٹیکل پانچ کو جس جذبے کے ساتھ لکھا گیا ہے اس کے بارے میں دلیل بہت حد تک درست نہیں ہے کہ یہ آرٹیکل پانچ کی خلاف ورزی ہے۔ کیوں کہ جب آئین نافذ ہو گیا تو آرٹیکل ۱۵ اہم نہیں رہا اور آرٹیکل ۷، ۸، ۹ اور ۱۰ اہم ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد آرٹیکل ۱۱، اہم ہے کیوں کہ یہ پارلیمنٹ کو بہت

وسیع اختیارات دیتا ہے۔

آرٹیکل ۱۰: انڈین آئین کا آرٹیکل ۱۰: حزب اختلاف کا کہنا ہے کہ اس آرٹیکل کے ذریعے شہری حقوق کا تحفظ کیا گیا ہے۔ لیکن پروفیسر چنچل کا کہنا ہے کہ آرٹیکل ۱۰ میں شہریت برقرار رکھنے کی بات کی جا رہی ہے جبکہ نئے شہریت ترمیمی بل میں شہریت ختم کرنے کی بات نہیں کی گئی ہے۔

ان کے بقول اس نئے بل میں ایسی کوئی شق نہیں ہے جس میں یہ کہا گیا ہے کہ اگر آج آپ شہری ہیں تو کل سے آپ کو شہری نہیں سمجھا جائے گا۔ مطلب ایک بار جو شہریت ملی وہ جاری رہے گی۔

ان کے مطابق شہریت کا ترمیمی بل آرٹیکل ۱۰ کی براہ راست خلاف ورزی نہیں کرتا ہے اور یہ آرٹیکل ۱۱، آرٹیکل ۹ اور ۱۰ کو اوور رائٹ کر سکتا ہے۔

پروفیسر چنچل سنگھ کا کہنا ہے کہ 'ترمیمی بل آرٹیکل پانچ اور دس کی خلاف ورزی معلوم نہیں ہوتا لیکن پارلیمنٹ کو آرٹیکل پانچ اور ۱۰ کی دفعات کے علاوہ پارلیمنٹ کے قوانین کے تحت آرٹیکل ۱۱ میں قوانین بنانے کا بہت وسیع حق حاصل ہے۔ تاہم اس وسیع طاقت کے باوجود بھی بنیادی حقوق کی خلاف ورزی نہیں کی جا سکتی ہے کیونکہ آرٹیکل ۱۳ کہتا ہے کہ اگر اس طرح کا کوئی قانون بنایا گیا جو کہ آئین کے حصہ ۳ کی کسی شق کے خلاف ہو تو وہ غیر آئینی ہو گا۔

آرٹیکل ۱۴: اس میں آئین کی نظر میں مساوات کا ذکر ہے یعنی انڈیا کی سرزمین میں کسی بھی فرد کو قانون کی نظر میں مساوات یا مساوی حقوق کے تحفظ سے محروم نہیں کیا جائے گا۔

پروفیسر چنچل کہتے ہیں کہ 'انڈین آئین کی بنیاد مساوات ہے۔ واضح طور پر جب

اس کی خلاف ورزی ہو رہی تو اس کی روح مجروح ہو رہی ہے۔ لیکن یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ بنیادی ڈھانچے کی خلاف ورزی ہے۔ جب سپریم کورٹ یا ہائی کورٹ کسی قانون کی صداقت کی جانچ کرتی ہے تو وہ بنیادی ڈھانچے کو قانون سازی پر نافذ نہیں کرتی ہے۔ وہ صرف آئین کے ترمیم شدہ قانون پر عائد ہوتا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہ نیا بل مستثنیٰ ہو گیا ہے. سپریم کورٹ کے پاس کئی بنیادیں ہیں. پہلی گراؤنڈ تو آرٹیکل ۱۳ ہے. اگر عدالت کو محسوس ہوتا ہے کہ کسی بنیادی حق کی خلاف ورزی ہو رہی ہے تو وہ آرٹیکل ۱۳ کا استعمال کر سکتا ہے۔

آرٹیکل ۱۵: ریاست کسی شہری کے ساتھ مذہب، نسل، ذات، جنس، جائے پیدائش یا ان میں سے کسی بھی بنیاد پر کسی قسم کا امتیازی سلوک نہیں کرے گی۔

پروفیسر چنچل کا کہنا ہے کہ آرٹیکل ۱۴ اور ۱۵ کی خلاف ورزی کی بنا پر اسے عدالت میں چیلنج کیا جاسکتا ہے اور حکومت کے لیے عدالت میں اس کا دفاع کرنا مشکل ہو گا۔

پروفیسر چنچل کا کہنا ہے کہ اس بل سے واضح طور پر مذہبی بنیادوں پر امتیاز برتا جائے گا۔ انھوں نے مزید کہا: اس نئے ترمیمی بل کی تمہید میں کہا گیا ہے کہ ان تینوں ممالک میں ان (چھ) برادریوں کے خلاف ظلم کیا جاتا ہے کیونکہ وہ اسلامی ممالک ہیں۔ لیکن قانونی طور پر یہ کہنا بہت مشکل ہے کہ صرف ان مذاہب کے لوگوں پر ہی ظلم کیا جاتا ہے اور اسے ہمارے آئین کی بنیاد نہیں بنایا جاسکتا ہے۔ کسی کے حق کو محدود نہیں کیا جاسکتا ہے کیونکہ آرٹیکل ۱۴ کے تحت کسی بھی شہری کو یہ حق حاصل نہیں ہے، لیکن ہر اس شخص کو یہ حق حاصل ہے جو ہندوستان میں ہے۔ چاہے وہ غیر قانونی طور پر آیا ہو۔ لہذا اس میں کوئی امتیازی سلوک نہیں ہو سکتا ہے۔ اس کا مطلب

یہ نہیں ہے کہ آرٹیکل ۱۴اور ۱۵ کے تحت ان کا غیر قانونی ہونا ختم ہو گیا لیکن اس کے تحت ان کے ساتھ امتیازی سلوک نہیں کیا جا سکتا۔

یہ بنیادی شہری حقوق حکومت کے اختیارات کی ایک حد مقرر کرتے ہیں۔

آرٹیکل ۱۱: آئین کے اس آرٹیکل کے تحت پارلیمنٹ کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ شہریت کے ضابطے بنا سکے۔ یعنی وہ فیصلہ کر سکتی ہے کہ کس کو شہریت ملے گی، کب ملے گی، کب کون نااہل قرار دیا جائے گا اور کن کن حالات میں کوئی غیر ملکی انڈیا کا شہری بن سکتا ہے۔ پارلیمنٹ کو ان تمام چیزوں پر قانون بنانے کا حق دیا گیا ہے۔

آرٹیکل ۱۳: اس آرٹیکل کے حصہ تین میں انڈیا کے شہریوں اور انڈیا میں رہنے والوں کے کئی بنیادی حقوق کا ذکر ہے۔ آرٹیکل ۱۳ کا کہنا ہے کہ نہ ہی پارلیمنٹ اور نہ ہی حکومت یا کوئی ریاست ایسا کوئی قانون تشکیل دے سکتی ہے جو ان بنیادی حقوق کی خلاف ورزی کرے۔

اور شاید اسی لیے ادھیر رنجن چودھری اور ترمیمی بل کے دیگر مخالفین کا کہنا ہے کہ اس میں مذہب کی بنیاد پر تعصبات ہیں۔ (بی بی سی اردو ڈاٹ کام)

اس بل کی مخالفت کرنے والے زیادہ تر لوگ آرٹیکل ۱۴ کی بنیاد پر شہریت کے ترمیمی بل کی مخالفت کر رہے ہیں۔ ان کی دلیل ہے کہ اس آرٹیکل میں درج مساوات کے حق کی نئے بل سے خلاف ورزی ہوتی ہے۔ تاہم امت شاہ کا دعویٰ ہے کہ آئین کی یہ دفعہ پارلیمنٹ کو مناسب بنیادوں پر قانون بنانے سے نہیں روک سکتی۔

بھارتی وزیر داخلہ امت شاہ نے دلیل دی کہ ۱۹۷۱ میں اندرا گاندھی نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ جتنے لوگ بنگلہ دیش سے آئے ہیں انھیں شہریت دی جائے گی، تو پاکستان سے آنے والے لوگوں کو شہریت کیوں نہیں دی گئی۔ انھوں نے یوگنڈا سے آنے

والے لوگوں کو بھی شہریت دیے جانے کا حوالہ دیا۔

انڈیا کے وزیر داخلہ کا کہنا تھا کہ مجوزہ قانون کو سمجھنے کے لیے تینوں پڑوسی ممالک کو سمجھنا ہوگا۔ امت شاہ نے افغانستان، پاکستان اور بنگلہ دیش کے آئین کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ تینوں ممالک کا ریاستی مذہب اسلام ہے۔

امت شاہ نے نہرو۔لیاقت معاہدے کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ اس میں اقلیتوں کی حفاظت کی بات کی گئی جس پر انڈیا میں تو عمل کیا گیا لیکن دوسری طرف ایسا نہیں ہوا۔ حقوق انسانی کی تنظیموں کا کہنا ہے کہ بنگالی بولنے والے جن مسلمانوں کو شہریت کی فہرست میں شامل نہیں کیا گیا ہے ان میں ایک بڑی تعداد ایسے باشندوں کی ہے جو آسام کے شہری ہیں لیکن انھیں نام کی غلطیوں یا دستاویزات میں خامیوں کے سبب شہریت سے باہر کیا گیا ہے۔

دلچسپ پہلو یہ ہے کہ مودی حکومت جن لاکھوں ہندو غیر قانونی تارکین وطن کو شہریت دینے کے لیے شہریت کا ترمیمی بل لا رہی ہے، آسام اور شمال مشرقی ریاستوں میں خود بی جے پی اس کی مخالفت کر رہی ہے۔

ابتدا میں حزب اختلاف کی جماعتوں نے اس بل کی یہ کہہ کر مخالفت کی تھی کہ انڈیا ایک جمہوری ملک ہے اور آئین کی رو سے مذہب کی بنیاد پر کسی سے تفریق نہیں برتی جاسکتی۔ ان کی تجویز تھی کہ اس بل میں شہریت کے لیے مذہبی بنیاد کو ہٹا دیا جائے یا اس میں مسلمانوں کو بھی شامل کر لیا جائے لیکن حکومت نے ان کی تجویز کو مسترد کر دیا۔ مودی سرکار کے لوگ کہتے ہیں کہ ۲۰۲۴ تک کوئی مسلمان انڈیا میں نہیں رہے گا، اس متنازعہ، غیر منصفانہ بل کے خلاف اٹھنا بہت ضروری تھا، اللہ کرے مسلمان اپنے مقاصد میں کامیاب ہوں۔

شرف الزمان

ڈھائی لاکھ مَحصُور پَاکِستَانی

پاکستان کے لیے نعرے لگانے والے، پاکستان کے لیے رلنے والے گزشتہ نصف صدی سے جھونپڑیوں اور بے یارومددگار کیمپوں میں زندگی گزارنے پر مجبور ہیں، ان کی خاطر آج تک کوئی سنجیدہ کوشش نہیں کی گئی، مگر وہ ہمارے بھائی ہیں، ہمارے ہم وطن ہیں، ان کے لیے ہمارے ارباب اقتدار، ارباب حل وعقد کو سوچنا اور عملی قدم اٹھانا ہوگا، تب ہی وہ بنگلہ دیش کے کیمپوں سے اپنے ملک میں واپس آسکتے ہیں۔ حدوٹی

بھارت کے لاکھوں مسلمانوں نے تحریکِ پاکستان میں قائدِاعظم محمد علی جناح کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے نعرے لگائے تھے کہ ”لڑ کے لیں گے پاکستان، بٹ کے رہے گا ہندوستان، بن کے رہے گا پاکستان.....“اس جرم پر اکثریتی ہندوؤں نے اقلیتی مسلمانوں سے ایسا خونی بدلہ لیا کہ شہر، گاؤں اور قصبوں کے قصبے اجاڑ دیئے۔

اس کے بعد کی داستان بڑی طویل ہے۔ مختصراً بس اتنا عرض ہے کہ لاکھوں مسلمانوں کے قتلِ عام کے بعد جب پاکستان معرضِ وجود میں آگیا، تو قائدِاعظم نے فرمایا کہ ”بہار نے اپنا حق ادا کردیا اور پاکستان بن گیا، جس کے نتیجے میں مسلمانوں کو ایک آزاد ملک حاصل ہوا۔“ قیامِ پاکستان کے بعد قائد کی آواز پر لاکھوں مسلمانوں نے اپنے آباؤاجداد کی میراث اور قبریں چھوڑ کر مشرقی اور مغربی پاکستان ہجرت کی اور نئے سرے سے زندگی کی شروعات کرکے پاکستان کی تعمیروترقی میں اپنا

حصّہ ڈالنے لگے۔

تاہم، بد قسمتی سے مشرقی پاکستان میں ملک دشمن قوتوں اور بااثر ہندوؤں نے، جو پہلے ہی سے قیامِ پاکستان کے خلاف تھے، بنگالیوں کو یہ باور کروانا شروع کیا کہ ان کا ہر شعبہ زندگی میں استحصال کیا جارہا ہے، چناں چہ پاکستان اپنے قیام کے چند برسوں بعد ہی سے عدم استحکام کا شکار ہونے لگا اور پھر اغیار کی مسلسل سازشوں کے نتیجے میں بالآخر سقوطِ ڈھاکا کا سانحہ رونما ہو گیا۔

۱۶ دسمبر ۱۹۷۱ء کو اَن گنت آرزوؤں، امنگوں اور بیش بہا قربانیوں کے نتیجے میں حاصل کیے گئے ملک کا مشرقی بازو ہم سے جدا ہو گیا۔ یہ ہماری تاریخ کا وہ سیاہ ترین باب ہے، جو ہم کبھی نہ بُھلا سکیں گے۔ اس سانحے کے ۴۸ برس بعد بھی ہم ہر سال اس کے محرّکات پر غور کرتے ہیں، اس حوالے سے مختلف فورمز، سیمینارز منعقد کرواتے ہیں اور چند ایک مقامات پر دعائیہ تقاریب اور محافل کا انعقاد کر کے بھی رسمی طور پر اس دن کی یاد مناتے ہیں، لیکن سقوط ڈھاکا کے نتیجے میں وہاں محصور ہو جانے والے ان محبِ وطن پاکستانیوں کو یک سر فراموش کر چکے ہیں، جنھوں نے مارچ ۱۹۷۱ء میں شروع کیے جانے والے فوجی آپریشن سے قبل اور اس کے بعد بڑے پیمانے پر جان و مال کی قربانیاں دیتے ہوئے یہ بھی نہ سوچا کہ افواجِ پاکستان کے واپس چلے جانے کے بعد ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا۔

وہ پاکستان کی محبت میں حکومت کی جانب سے قائم کی جانے والی ''ایسٹ پاکستان سول آرمڈ فورسز (EPCAF) ''اور ''مجاہد فورس'' وغیرہ میں شامل ہو کر افواجِ پاکستان کے شانہ بشانہ جواں مردی سے لڑے۔ اس دوران انہیں پاکستان سے محبت کی پاداش میں سخت جارحیت اور وحشت و بربریت کا نشانہ

بنایا گیا، لیکن اس کے باوجود وہ پاکستانی فوج کا ساتھ دیتے رہے اور ملک بچانے کی کوششوں میں حتیٰ الامکان تعاون کیا۔

بنگلادیش کے قیام کے بعد ان پاکستانیوں کو فوری طور پر پاکستان لایا جانا چاہیے تھا، لیکن افسوس اس دل دوز سانحے کے اتنے عرصے بعد بھی یہ مظلوم، بے بس پاکستانی ابھی تک بنگلادیش کے کیمپوں میں پڑے اپنی تقدیر کے فیصلے کے منتظر ہیں۔ اس حوالے سے اگرچہ اسّی کی دہائی میں کافی پیش رفت ہوئی، جس کے بعد توقع کی جانے لگی کہ اب یہ مسئلہ عن قریب حل ہو جائے گا، اور محبِ وطن محصورین جلد اپنے وطن واپس آجائیں گے۔

اس ضمن میں ۹جولائی ۱۹۸۰ء کو اُس وقت کے صدر، جنرل ضیاء الحق نے ''رابطہ عالم اسلامی'' کے مالی تعاون سے ''رابطہ ٹرسٹ برائے محصورین'' تشکیل دیا۔ پنجاب میں اُس وقت کے وزیر اعلیٰ، نواز شریف نے ۳۴اضلاع میں ۴۰ہزار خاندانوں کی آبادکاری کے لیے مفت زمین مختص کی، مگر بد قسمتی سے ضیاء الحق کی حادثاتی موت اور بے نظیر بھٹو کے اقتدار سنبھالتے ہی یہ معاملہ سرد خانے کی نذر ہو گیا۔ پھر ۱۹۹۲ء میں نواز شریف کے اقتدار میں آنے کے بعد، اُن کے اور بنگلادیش کی وزیر اعظم خالدہ ضیاء کے درمیان ہونے والے معاہدے کے تحت محصورین کی رائے شماری کروائی گئی اور انہیں شناختی کارڈ جاری کیے گئے، جن کی کل تعداد ۲لاکھ ۳۸ہزار ۶۵۰ ریکارڈ کی گئی۔

ان میں سے اُن نادار خاندانوں کو، جن کا کوئی مرد سربراہ نہیں تھا، فوری طور پر پاکستان لانے کا معاہدہ ہوا، جس کے تحت میاں چنوں اور اوکاڑہ میں رابطہ ٹرسٹ کو

۳ہزار مکانات کی تعمیر کے احکامات بھی جاری کیے گئے، جن میں سے ۱۰۰۰مکانات

کی تعمیر مکمل ہونے پر ۱۰ جنوری ۱۹۹۳ء کو ۵۶ خاندانوں کا پہلا قافلہ اُس وقت کے وزیر اعلیٰ، پنجاب، غلام حیدر وائیں مرحوم کی نگرانی میں پنجاب میں آباد بھی ہوا، مگر پھر نواز شریف کی حکومت ختم کردی گئی، تو ٹرسٹ کا کام بھی روک دیا گیا۔

بلاشبہ، سقوطِ ڈھاکا کے نتیجے میں اور بھی بہت سے المیوں نے جنم لیا، لیکن حقیقتاً سب سے زیادہ تکلیف دہ صورتِ حال اُن محب وطن پاکستانیوں کے لیے پیدا ہوئی، جن کا سب کچھ پاکستان تھا، اپنی اسی شناخت کی بِنا پر انہوں نے سقوطِ ڈھاکا سے قبل اذیّتیں برداشت کیں، گھر بار لٹائے، جانیں دیں اور بالآخر اپنے ہی ملک میں نفرت و اجنبیت کا نشانہ بن کر رہ گئے۔ کسی بھی پہلو سے دیکھا جائے، تو ان لوگوں کا سوائے اس کے کوئی قصور نہیں کہ وہ نظریۂ پاکستان سے گہری وابستگی رکھتے ہیں۔

حالاں کہ ۴۸سال سے بنگلا دیش کے ۷۰کیمپوں کے غیر انسانی ماحول میں جانوروں سے بدتر زندگی بسر کرنے والے ان محبِ وطن پاکستانیوں پر عرصہ حیات تنگ کردیا گیا ہے۔ واضح رہے کہ ان محصورین کی زیادہ تر جھونپڑیاں محکمہ ریلوے کی زمینوں کے علاوہ ان علاقوں میں قائم ہیں، جہاں کی زمینیں انتہائی قیمتی تصور کی جاتی ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ دارالحکومت ڈھاکا سمیت ملک بھر میں قائم متعدد کیمپوں میں رہایش پذیر محصورین کو بے جا تنگ کیا جاتا ہے، آئے روز کیمپوں کو سپلائی کی جانے والی بجلی منقطع کردی جاتی ہے، جس کے باعث یہ متعدد مسائل سے دوچار ہیں۔

قصداً جھونپڑیوں میں آگ لگادی جاتی ہے۔ ایسا ہی ایک واقعہ گزشتہ ماہ ''درگاہ مل کیمپ، سیت پور'' میں پیش آیا، جہاں شر پسندوں نے ۵۰ سے زائد جھونپڑیوں کو آگ لگادی، جس کے نتیجے میں متعدد بچّے جھلس کر زخمی ہوگئے اور محصورین سخت ترین سردی میں اب تک کھلے آسمان تلے پڑے ہیں۔ ان کی دادرسی اور امداد کے لیے محصور پاکستانیوں کی تنظیم ''ایس پی جی آر سی'' کے نمائندوں نے پاکستان ایمبیسی سے متعدد بار رابطہ کیا، لیکن آج تک کوئی خاطر خواہ جواب نہیں دیا گیا۔

گزشتہ ۴۸ برس سے التواء کے شکار اس انسانی المیے پر اگرچہ پاکستان کے سیاسی، سماجی رہنماؤں، وکلاء اور انسانی حقوق کے علم برداروں نے مختلف فورمز پر آوازیں بلند کیں، لیکن نتیجہ صفر ہی رہا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر محصور پاکستانیوں کی وطن منتقلی کس طرح ممکن ہے؟ لگ بھگ نصف صدی پر محیط ''محصورینِ پاکستان'' کے اس المیے کو کیا نام دیا جائے؟ ان کی پاکستان منتقلی اور آبادکاری میں درحقیقت کیا رکاوٹیں حائل ہیں؟ اس مسئلے پر عالمی ضمیر کی خاموشی اور اپنوں کی خود فراموشی کو کس نگاہ سے دیکھا جائے؟ کیا محصورین کا پاکستان میں بسنے کا خواب کبھی شرمندۂ تعبیر ہوسکے گا؟ انہیں کب، کس طرح پاکستان لاکر بسایا جائے گا اور کون بسائے گا؟ اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ یہ ڈھائی لاکھ محصور پاکستانی درحقیقت ہمارا قومی اثاثہ ہیں، مگر انہیں پاکستان واپس لانے کے لیے ایک ایسے حاکم کی ضرورت ہے، جو ان کی مشکلات دل سے محسوس کرسکے۔ تو کیا ''تبدیلی'' کا نعرہ لگانے والے موجودہ وزیراعظم پاکستان، جناب عمران خان اس حوالے سے کوئی عملی قدم اٹھانے کو تیار ہیں؟

نوید مسعود ھاشمی

بھارتی پولیس افسران دھمکیاں دے رہے ہیں کہ "پاکستان یا پھر قبرستان" نئی دہلی، حیدر آباد، بنگلور سمیت بھارت کے متعدد شہروں میں لاکھوں مسلمان مودی سرکار کی بدمعاشی اور غنڈہ گردی کے خلاف سڑکوں پر نکل کر احتجاج کر رہے ہیں... بھارت کے علماء نے اب باقاعدہ "جہاد" کی باتیں شروع کر دی ہیں، متنازعہ شہریت ترمیمی قانون کی وجہ سے بھارتی عوام اپنی بدمعاشی حکومت کے خلاف بغاوت پر اتر آئے ہیں، مرد تو مرد بھارت کی مسلمان خواتین بھی ہزاروں کی تعداد میں مظاہروں میں نکل کر "آزادی" کے نعرے بلند کرنے پر مجبور ہو چکی ہیں۔

بھارتی پولیس کے ہندو شدت پسند گھروں میں گھس کر عورتوں اور بچوں کو تشدد کا نشانہ بنا رہے ہیں، سڑکوں پر پرامن مظاہرہ کرنے والے بوڑھے، بچے ہوں یا کالجز اور یونیورسٹیز کے پرامن طلباء و طالبات، بھارتی سیکورٹی فورسز کے بدمعاش ہر کسی کو گھسیٹ، گھسیٹ کر لاٹھیوں سے مارتے ہیں، بچوں کے سامنے مائوں کو، بھائیوں کے سامنے بہنوں کو، خاوند کے سامنے بیوی کو اولاد کے سامنے ان کے والدین کو خوفناک تشدد کا نشانہ بنانے والی مودی سرکار کا علاج کیا مسلح جہاد کے بغیر ممکن ہے؟

تقریباً سوا ارب آبادی والا ملک بھارت اس وقت ہندو شدت پسندی کے بوجھ تلے لرز رہاہے... بھارت کی اکثریتی آبادی ہندوئوں پر مشتمل ہے، ہندوئوں کے بعد دوسری بڑی آبادی مسلمانوں کی ہے پھر عیسائی، سکھ، بدھ مت اور جین مذہب کے ماننے والے بھارت میں آباد ہیں... ۷۲ سالوں سے بھارتی حکمران دنیا کو "سیکولرازم" کا لولی پاپ دیتے چلے آرہے تھے، جب ووٹ لینے کا مسئلہ ہو تو بھارت کی ہندو جماعتیں سیکولرازم کا لبادہ اوڑھ لیتی ہیں، بھارتی مسلمان بھی بادل نخواستہ ہی سہی مگر خاموشی کے ساتھ سیکولر ازم کے "خیالی" سائے تلے زندگیاں گزارنے پر مجبور تھے۔

ہمارے ہاں غامدی مارکہ ارسطو! سیکولر ازم کو مذہب کی سیاسی تعبیر سے ہم آہنگ کرکے کسی نام نہاد مسلم معاشرے کی تشکیل کا چورن بیچ رہے ہیں... لیکن کوئی یہ بتانے پر آمادہ نہیں ہے کہ ۷۲ سالوں سے مسلمان جس بھارت کو سیکولر ریاست سمجھ کر وہاں زندگیاں گزار رہے ہیں... صرف مودی کی چند سالہ حکومت میں وہ "بھارت" اتنا سفاک اور سنگدل کیسے ہوگیا کہ اس نے بھارتی آئین میں درج بنیادی انسانی حقوق کو پامال کرکے متنازعہ شہریت قانون بناڈالا؟

صرف یہ کہہ دینا کافی نہیں ہے کہ نریندر مودی ہٹلر کا جانشین ہے، یا یہ کہ بھارت میں ہندو شدت پسندی کا جن بوتل سے باہر آچکاہے... خدا کے بندو! اگر ستر سالہ سیکولرازم کی کوکھ سے ہندو شدت پسندی کے جن نے ہی جنم لینا تھا تو پھر ماننا پڑے گا کہ سیکولر ازم دراصل لادینیت ہی کا دوسرا نام ہے، سیکولر ازم وہ طاغوتی ہتھیار ہے کہ جس کے بل بوتے پر مسلمانوں کے بنیادی عقائد کو کمزور کرکے انہیں باطل کے ساتھ ہم آہنگ کرنا ہوتا ہے، قطع نظر اس کے کہ سیکولر ازم کی کتابی

تعریف کیا ہے؟ دیکھنا یہ ہے کہ جنہیں سیکولر ملک ہونے کا دعویٰ ہے... سیکولرازم نے وہاں کیا گل کھلائے؟ دور مت جایئے، بھارت میں سیکولرازم کا کردار دیکھ لیجئے کہ جس کی کوکھ سے نریندر مودی جیسا ہٹلر اور ہلاکو برآمد ہوا، صرف نریندر مودی نہیں، آپ اس سے پہلے کے سیکولر بھارت کے مناظر دیکھ لیجئے، اندرا گاندھی کا دور ہو، راجیو گاندھی کا دور ہو، واجپائی ہو یا من موہن سنگھ، ہر دور ہی بھارتی مسلمانوں سمیت دیگر اقلیتوں کے لئے بھاری ثابت ہوا تو کیوں؟ جب بھارتی گجرات میں سینکڑوں مسلمانوں کو زندہ جلایا گیا تو دہلی پر حکمران کون تھا؟ 1992ء میں جب ایودھیا کی بابری مسجد پر حملہ کرکے اسے شہید کیا گیا تو بھارت کا وزیراعظم کون تھا؟

نریندر مودی کا مکروہ چہرہ اور بھارت میں ہندو شدت پسندی کے ابلتے ہوئے گٹر دکھا کر چور دروازے سے مسلم معاشرے کو سیکولر ازم کے حوالے کرنے کی ہر باریک واردات کا پوسٹ مارٹم کرنا اس خاکسار کی ذمہ داری ہے، بھارت کی 72 سالہ تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ سیکولر آئین اور سیکولرازم کا دعویٰ کرنے کے باوجود بھارت میں ہمیشہ مسلمانوں اور دیگر اقلیتوں کے حقوق کو ریاستی ڈنڈے کے ساتھ دبانے کی کوششیں کی جاتی رہیں۔

غامدی سکول آف تھاٹ کے ایک محترم کالم نگار نے اپنے کالم میں کیا معصومانہ سوال اٹھا کر پھر خود ہی اس کا جواب عنایت فرمایا ہے کہ "مشکل کی اس گھڑی میں کون ہے جو بھارت کے مظلوم مسلمانوں کا ہاتھ تھام سکتا ہے؟ ہر سمت سے ایک ہی آواز ہے "سیکولرازم" کوئی ان سے پوچھے کہ جس بھارت میں سات دہائیوں سے سیکولر ازم کا راج تھا، سیکولرازم کے ہوتے ہوئے اس بھارت کے مظلوم مسلمانوں پر مشکل کی یہ گھڑی آئی ہی کیوں؟ اب تو یہ بھی کہا جارہا ہے کہ نریندر مودی سیکولرازم کی

جدید شکل کا نام ہے، مسلمانوں پر بدترین مظالم ڈھا کر اس نے سیکولر ازم کو عروج بخشنے کی جو کوشش کی ہے اس کا واضح مطلب یہی ہے کہ دین اسلام اور سیکولر ازم میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

سوال یہ ہے کہ کیا ہندوستان میں دیوبند یا بریلوی نے کوئی آزادی کی نئ تحریک یا جہادی جماعت بنانے کا اعلان کیا تھا کہ جو سیکولر بھارت شہریت کا ظالمانہ ترمیمی قانون لانے پر مجبور ہوا؟

ہر گز نہیں، ۱۹۹۲ء میں تو نریندر مودی وزیراعظم نہیں تھاتب تو بھارت کی ہوائیں بھی سیکولر تھیں... پھر پولیس اور دیگر سیکورٹی فورسز کی موجودگی میں ہزاروں ہندوئوں نے بابری مسجد کو شہید کیسے کر دیا؟

اچھا جی! بھارت کا آئین تو آج بھی سیکولر ہے، بھارت کی سپریم کورٹ کے چیف جسٹس نے اسی سیکولر آئین پر حلف اٹھار کھا ہے، پھر اس نے یہ جانتے ہوئے بھی کہ بابری مسجد پر ہندو موقف کمزور اور مسلمانوں کا دعویٰ برحق ہے، بابری مسجد کی زمین کو ہندوؤں کے حوالے کیوں کیا؟

اب ذرا سوچیئے، اگر ریاست مدینہ والا خلفاء راشدین کا نظام نافذ ہو اور مسلمان کسی عیسائی، ہندو یا دیگر اقلیت کی عبادت گاہ پر قبضہ کر لیتے تو اسلامی عدالت کے جج یا قاضی کا اس وقت فیصلہ کیا ہوتا؟ میرے پاس اس حوالے سے بہت سی تاریخی اور مستند مثالیں موجود ہیں مگر کالم کی طوالت کے خوف سے سب کو موقوف کرتے ہوئے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اللہ کا پسندیدہ دین اسلام ہے، دین اسلام کو نہ لبرل ازم کے سہارے کی ضرورت ہے اور نہ ہی سیکولر ازم کے جھوٹے سہارے کی، دین اسلام تو خود مظلوم قوموں کا سہارا بنتا ہے، اس لئے ہندوستان یا مقبوضہ کشمیر کے

مسلمانوں کی مظلومیت کا حل کسی ڈنگ ٹپائو پالیسی کے تحت وقتی نہیں بلکہ مستقل نکالنا چاہیے۔

اگر شہریت کے متنازعہ قانون کو مظاہروں سے تنگ آکر مودی سرکاری نے واپس بھی لے لیا، تب بھی "سیکولرازم" سے ہندوستانی مسلمانوں اور دیگر اقلیتوں پر ہونے والے مظالم کو نہیں روکا جاسکتا، ممکن ہے کہ وقتی طور پر چند ماہ کیلئے سکون ہو جائے مگر سیکولر لادینیت کی تو اخلاقی قدریں ہی جہنم واصل ہیں... جس کی اخلاقی قدریں ہی برباد ہوں اس سے رحم کی توقع رکھنا ہی عبث ہے۔

نریندر مودی کی سیکولر سیکورٹی فورسز اگر وہاں بسنے والے کروڑوں مسلمانوں کو پاکستان یا پھر قبرستان بھیجنا چاہتی ہیں... تو وہاں کے مسلمانوں کا بھی یہ حق ہے کہ وہ جہاد کے راستے پر چلتے ہوئے اک نئے پاکستان کی جدوجہد شروع کریں، میں بہت عرصے سے یہ بات لکھ رہا ہوں کہ سیکولرازم کسی بھی مظلوم کا ہاتھ مستقل نہیں تھام سکتا، ہاں البتہ اسلام وہ واحد دین ہے کہ جس نے ہمیں شعور بخشا کہ مظلوم کی آہ سے عرش الٰہی بھی کانپ جاتا ہے... جو اسلام مظلوم کی "آہ" کی بات کرتا ہو، وہ "مظلوم" کا ہاتھ تھامنے سے کیسے انکاری ہو سکتا ہے؟ چھوڑیئے لبرل ازم اور سیکولرازم کی باتوں کو... آیئے دین اسلام کی طرف، کیونکہ اسی میں فلاح کا راز مضمر ہے۔

کے لیے **عطیات** درج ذیل اکاؤنٹ میں روانہ کریں۔

فون نمبر پر اپنا نام اور پتا لکھوا دیں۔ شکریہ۔ مولانا محمود الرشید حدوٹی

Swiftcode:ABPAPKKLHR.

I BANK A/C#PK33ABPA0010009037460011

Mob#:-0300-9458876,0321-9458876

محمد زبیر خان اور ظفر سید بشکریہ بی بی سی

عالمی ذرائع ابلاغ سے آنے والی اطلاعات کے مطابق دنیا کے دوسرے کچھ ممالک کی طرح چین میں بھی مسلمانوں کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا جارہا، انہیں پریشان کن حالات کا سامنا ہے، ان میں ایغور مسلمانوں پر مصائب کے پہاڑ ڈھائے جارہے ہیں، مگر ان کی خیر خیرت معلوم کرنے والا یا چینی حکوست کو ان پر ہونے والے مظالم سے روکنے والا کوئی دکھائی سنائی نہیں دے رہا، ہم بھی جان کی امان پاتے ہوئے چینی مسلمانوں کے حق میں یہ مضمون شامل اشاعت کر رہے ہیں۔ حدوٹی)

ایک اطلاع کے مطابق چین کے صوبہ سنکیانگ میں حالیہ دنوں میں منظر عام پر آنے والے 'ری ایجوکیشن سنٹرز' میں دس لاکھ سے زائد اویغور مسلمانوں کو یہ کہہ کر رکھا گیا ہے کہ انہیں تعلیم و تربیت کی ضرورت ہے۔

چینی حکام کس بِنا پر فیصلہ کرتے ہیں کہ کس کو ان کیمپوں میں لایا جائے؟

ہم نے یہ سوال ایسے پاکستانی شہریوں کے سامنے رکھا جن کی بیویاں ان کیمپوں میں بند ہیں۔ انہوں نے جو کہانیاں سنائیں ان سے وہ وجوہات ظاہر ہوتی ہیں جن کی بنیاد پر لوگوں کو پکڑا جاتا ہے۔

☆ان کہانیوں میں فرضی نام استعمال کیے گئے ہیں کیوں کہ ان لوگوں کو خطرہ ہے کہ ان کی شناخت ظاہر ہونے سے ان کے خلاف کارروائی ہو سکتی ہے۔

میں نے گل بانو نامی ایک خاتون کے ساتھ مل کر چین میں کنسلٹنٹ کا کاروبار شروع کیا۔اس کا تعلق صوبہ سنکیانگ کے مسلمان خاندان سے ہے۔

ہم پاکستانی تاجروں کو ویزا سے لے کر مارکیٹ، سپلائر، خریداری اور ترسیل کی خدمات فراہم کی جاتی تھیں۔یہ کاروبار کافی کامیاب ثابت ہوا۔

۲۰۱۶ کے آخر میں ہمارے ایک گاہک نے ایک بڑا آرڈر دیا۔ میں نے جب اس بارے میں گل بانو سے بات کی تو اس نے مجھے بتایا کہ وہ صوبہ سنکیانگ میں اپنے آبائی علاقے میں ہے۔میں نے اس سے پہلے چین کے تمام سفر ہوائی سفر کیے تھے۔یہ سن کر میں نے اس سے کہا کہ میں سڑک کے راستے آتا ہوں اس طرح وہ علاقہ بھی دیکھ لوں گا اور دونوں مل کر اس پروجیکٹ کی بھی تیاری کر لیں گے۔

مجھے یاد ہے کہ اس نے مجھے روکنا چاہا مگر میں نہیں رکا اور پھر ایک روز میں سڑک کے ذریعے سے سفر کرتے ہوئے اس علاقے تک پہنچ گیا، جہاں پر اس نے میرے قیام کے لیے ایک ہوٹل کا انتظام کر رکھا تھا۔

مجھے اس علاقے میں پہنچ کر بہت خوشگوار حیرت ہوئی کہ یہاں کی اکثریت مسلمان ہے اور کچھ مساجد بھی نظر آئیں۔ میں وہاں پر ایک رات رکا تو دوسرے دن گل بانو نے مجھ سے کہا کہ وہ نہیں چاہتی کہ میں اس علاقے میں زیادہ دن رکوں اس لیے مجھے چاہیے کہ میں آج ہی چلا جاؤں اور وہ بعد میں جلد پہنچ جائے گی۔

میں نے اس کی ایک نہ سنی اور کہا کہ دو تین دن میں علاقہ دیکھنا چاہتا ہوں۔وہ میری ضد کے آگے بے بس ہو گئی۔اس نے مجھے منع کیا تھا کہ میں مسجد میں نماز

پڑھنے نہ جاؤں۔

میں نے ایک بار پھر اس کی ہدایت پر عمل نہیں کیا اور جمعے کی نماز مسجد میں پڑھی، علاقہ دیکھا اور پھر واپس بیجنگ چلا گیا۔ گل بانو بھی تین دن بعد بیجنگ پہنچ گئی۔ وہ کچھ پریشان تھی۔ میں نے وجہ پوچھی تو کہنے لگی کہ سکیورٹی حکام نے اس سے میرے متعلق پوچھ گچھ کی ہے۔ میں اس سے پہلے صوبہ سنکیانگ کے حالات کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ اس نے مجھے تفصیل سے بتایا تو میں بھی پریشان ہو گیا اور مجھے افسوس ہوا۔ تاہم اس نے مجھے تسلی دی کہ کچھ نہیں ہو گا۔

ہم دونوں نے اپنا پروجیکٹ پورا کیا۔ کاہگ مکمل طور پر مطمئن ہوا اور ایک بڑی رقم ہمارے حصے میں آگئی۔ میں گل بانو کے ساتھ اچھا وقت گزار کر پاکستان چلا آیا۔

۲۰۱۶ کے آخر میں میں پاکستان آیا ہوا تھا کہ یہاں سے گل بانو سے بات کرنے کی کوشش کی تو اس سے رابطہ نہیں ہو سکا۔ جب کافی دن تک اس سے رابطہ نہیں ہوا تو میں نے اپنے مشترکہ جاننے والوں سے رابطے کیے۔ حیرت انگیز طور پر کوئی بھی نہیں جانتا تھا کہ گل بانو کہاں ہے۔

یہ بہت پریشانی کی بات تھی۔ میرے لیے دہری پریشانی تھی کہ اس کے بغیر میرا کاروبار چلنا ممکن نہیں تھا۔

اس کے بعد جب میں نے چین جانے کی کوشش کی تو مجھے بیجنگ ایئرپورٹ پر بتایا گیا کہ میں چین میں داخل نہیں ہو سکتا۔ میں نے امیگریشن حکام کو بتایا کہ میں چین میں پڑھتا رہا ہوں، میرے پاس ویزا ہے اور میں کئی مرتبہ آ جا چکا ہوں، مگر انہوں نے میری ایک نہ سنی اور مجھے کہا کہ مجھے پہلی دستیاب پرواز سے ملک بدر کر دیا جائے گا کیوں کہ مجھے چین میں داخلے کی اجازت نہیں ہے۔

ایسے بہت سے لوگوں سے میری بات ہوئی۔ ان کو جب میں نے اپنے ساتھ گزرنے والے حالات بتائے تو ان کا کہنا تھا کہ میرے جمعے کی نماز مسجد میں پڑھنے کے سبب سے گل بانو زیر عتاب آئی ہے۔ وہ کب آئے گی اور رہا ہو کر میرے ساتھ رابطہ کرے گی یا نہیں، مجھے کچھ پتہ نہیں، مگر میں اس کو اکثر بہت شدت سے یاد کرتا ہوں۔

محمد جمیل: میرا تعلق صوبہ سندھ کے خانہ بدوش قبیلے سے ہے۔ ہمارا کاروبار سانپ، بچھو، کچھوے وغیرہ پکڑنے کا ہے جو پاکستان میں غیر قانونی ہے مگر ہمارے لیے کبھی زیادہ مسائل پیدا نہیں ہوئے۔

میں نے یہی جانور اور ان کے اعضا چین سپلائی کرنے کا کام شروع کر دیا اور چین آنے جانے لگا۔

ایک دوست نے چینی لڑکی کے ساتھ شادی کے فوائد بتائے تو میں فوراً تیار ہو گیا اور ۲۰۱۶ میں میری شادی ایک غیر مسلم چینی خاتون سے ہو گئی۔ میں نے اسے بیجنگ میں گھر بھی دلا دیا۔

میری بیوی میرے کاروبار کے لیے بھی بہت اچھی شراکت کار ثابت ہوئی اور اب میرا زیادہ وقت بیجنگ میں گزرتا تھا۔ ۲۰۱۷ میں میری بیوی نے پاکستان دیکھنے کی خواہش کا اظہار کیا جس پر میں اس کو لے کر اسلام آباد پہنچ گیا۔

میرے گھر والے بھی میری بیوی کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے تھے۔ چند دن رہنے کے بعد ہم دونوں واپس بیجنگ پہنچ گئے۔

یہ ۲۰۱۷ کے آخری دن تھے۔ میری بیوی حاملہ ہو چکی تھی۔ ہماری زندگی میں کوئی مسائل نہیں تھے۔ مگر ایک رات چین کے سکیورٹی حکام نے میرے گھر پر مجھ سے میرا پاسپورٹ طلب کیا اور پھر میری بیوی کے کاغذات دیکھے اور اس کو ساتھ

چلنے کو کہا۔ میں نے وجہ پوچھنا چاہی تو جواب ملا کہ جلد واپس آجائے گی، اس کو لازمی تربیت کی ضرورت ہے۔

مجھے انہوں نے حکم دیا کہ یہ گھر میری بیوی کے نام ہے، اس لیے میں اسے فوری طور پر خالی کر دوں۔

میں اس صورتحال سے بوکھلا گیا۔ اپنے اسی دوست سے رابطہ کیا تو اس نے ایک ایسی خبر سنائی جس سے میرے ہوش اڑ گئے۔

اس نے کہا کہ اس کی بیوی کو بھی چند دن پہلے سکیورٹی حکام یہی کہہ کر اپنے ساتھ لے گئے تھے کہ اس کو بھی تربیت کی ضرورت ہے۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا کہ کیا کروں، کیونکہ میں بہت زیادہ لوگوں کو بھی نہیں جانتا تھا۔

آخر دوست کے پاس گیا۔ وہ کئی لوگوں کو جانتا تھا، ہم سب کے پاس گئے۔ حکام کے پاس بھی گیا اور ان کو بتایا کہ میرا اور میری بیوی کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ میں نے ان کے سامنے اسلام میں حرام اشیا بھی استعمال کیں مگر ان کا ایک ہی جواب تھا کہ انتظار کرو۔

کئی ماہ چین میں رہنے کے بعد واپس پاکستان آچکا ہوں۔ میرا چین کا ویزا ابھی بھی موجود ہے مگر چین جانے کا دل نہیں چاہتا کیونکہ نہ تو میرا اور نہ ہی میری بیوی کا اسلام سے کوئی تعلق تھا پھر بھی پتہ نہیں اس کو کس بات کی سزا دی گئی ہے۔ مجھے یہ بھی نہیں پتہ کہ میری حاملہ بیوی کا کیا بنا۔

جواد حسین: میرا تعلق پنجاب کے شہر گجرات سے ہے۔ ہم لوگ خاندانی طور پر کپڑے کے کاروبار سے منسلک ہیں۔ ہمارے کاروبار کا زیادہ سلسلہ کئی سالوں سے بھارت کے ساتھ تھا، مگر دونوں ملکوں کے حالات خراب ہونے کی وجہ سے ہم نے

اب چین کا رخ کر لیا۔

میں جب بھی چین جاتا تھا تو سنکیانگ کے شہر ارومچی کی ایک مسلمان خاتون میرے لیے مترجم کے فرائض انجام دیتی تھی۔ میں نے اس کو انتہائی ایماندار پایا تھا۔ چین میں قوانین کی وجہ سے شادی ضرورت بھی تھی جس وجہ سے اس کے گھر والوں کو شادی کا پیغام دیا جو قبول کر لیا گیا اور ۲۰۰۵ ہی میں ہماری شادی ہو گئی۔

۲۰۰۵ سے لے کر ۲۰۱۴ تک تقریباً ہر سال وہ میرے ہمراہ پاکستان آتی رہی۔ اس دوران ہمارے دو بچے پیدا ہوئے۔ ۲۰۱۵ میں اس کی خواہش پر میں نے اس کے ہمراہ حج بھی کیا۔

۲۰۱۶ تک زندگی میں کوئی بھی مسائل نہیں تھے مگر جب اسی سال کے آخر میں ہمارے گھر سکیورٹی حکام آئے۔ انہوں نے مجھ سے میرا پاکستانی پاسپورٹ طلب کیا۔ میں سمجھا کہ روٹین کی کوئی کارروائی ہے۔ میرے پاسپورٹ کے بعد انھوں نے بچوں اور بیوی کو طلب کیا اور ان کے بھی پاسپورٹ طلب کیے۔ پھر وہ پاسپورٹ اپنے ساتھ لے کر چلے گے اور ہمیں بتایا کہ تحقیقات ہو رہی ہیں اور ان تحقیقات تک یہ سب پاسپورٹ ضبط رہیں گے۔ اس موقعے پر میں نے اپنا پاسپورٹ واپس لینے کی کوشش کی مگر انہوں نے نرمی سے کہا کہ تعاون کرنا میرے مفاد میں ہو گا۔ جس پر میں خاموش ہو گیا۔ اسی پر بس نہیں ہوا بلکہ دو تین روز بعد مقامی پولیس اہلکار آئے اور انہوں نے بتایا کہ میری بیوی اور بچوں پر علاقہ چھوڑنے پر پابندی ہے۔ اس کے علاوہ مختلف قسم کی پابندیاں لگائی گئیں۔ صبح شام مقامی پولیس کے پاس حاضری کو یقینی قرار دیا گیا۔ پہلے تو میں سمجھا کہ یہ سب کچھ عارضی ہے اور جلد ہی حالات بہتر ہو جائیں گے، مگر یہ میری خام خیالی تھی۔ ۲۰۱۶ سے لے کر اب تک پابندیاں برقرار ہیں، بلکہ یہ پابندیاں روز بروز سخت تر ہوتی جا رہی ہیں۔ مجھے میرا پاسپورٹ تو ایک سال قبل واپس کر دیا گیا ہے مگر میرے بیوی بچوں کا پاسپورٹ ابھی تک ضبط ہے۔

نقشبندیہ
رُوحانی علاج گاہ
مرض روحانی ہو یا جسمانی
جادو ہو یا جنات
نظر بد کے اثرات ہوں یا بندش
کینسر ہو یا شوگر
علاج
قرآنی آیات
اور مسنون دعاؤں سے کیا جاتا ہے
آپ کے معالج ڈاکٹر ہوں یا عاملین حضرات ہر جگہ اپنا قیمتی وقت اور پیسہ ضائع نہ کریں بلکہ مخلص اور تجربہ کار معالج سے رجوع کریں، ہمارے ہاں مرض کی تشخیص فون کال پر بھی کی جاتی ہے اور اپنی بیماری کی تشخیص ہمارے ہاں سے فری میں کروائیں۔
معالج
ابو حافظ محمد عاصم عثمانی نقشبندی
03064287164.03465323364

روہنگیا مسلمانوں پر

بُدھوں کا ظلم وستم

محمد ندیم بھٹی

بدھ متوں کے ہاتھوں اپنے ہی وطن میانمار میں بے گھر ہونے والے روہنگیا مسلمانوں کے تحفظ کے لئے افریقی ملک گیمبیا نے عالمی عدالت انصاف کا دروازہ کھٹکھٹا دیا ہے۔ اس نے میانمار کے خلاف جنگی جرائم کا مقدمہ پیش کر کے اس کے خلاف سماعت کی درخواست کی ہے۔ ۴۶ صفحاتی مقدمے میں گیمبیا نے مستند عالمی رپورٹوں کے حوالوں سے میانمار میں انسانیت سوز ظلم کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

''ہمارے سامنے لڑکوں کو گولیاں مار کر انہی کے کپڑوں اور بھوسے کی مدد سے جلا دیا گیا'' گواہوں کا بیان: بچیوں کو درختوں سے باندھ کر ریپ کیا گیا، کئی لڑکیوں کے گلے خنجروں سے کاٹ دیئے گئے

گیمبیا کی دستک کی گونج پوری دنیا میں سنی گئی ہے۔ گیمبیا نے لکھا ہے کہ ''میانمار کی بدھ فوج نے اکتوبر ۲۰۱۶ء میں کلیرنس آپریشن کا آغاز کیا جسے بعدازاں ایتھنک کلنزنگ آپریشن میں بدل دیا گیا۔ قتل عام کے ذریعے روہنگیا قوم کا ہی نام و نشان مٹانے کی کوشش کی گئی۔ جبر کے اس ماحول میں پوری مسلمان قوم محکوم بنا دی گئی ہے، ان کی بچیوں اور عورتوں کو درختوں سے باندھ کر ریپ کیا گیا ہے۔ رخائن سٹیٹ

(Rakhine state) وسیع پیمانے پر قتل عام،ریپ ،اغوا، گھروں اور دکانوں کو جلانے ،گھروں میں بند کر کے انسانوں کو زندہ جلانے اور چار سو دیہات کو آگ لگانے جیسے جرائم بھی شامل ہیں۔ بدھ مت کے ماننے والوں نے مسلمانوں پر زمین تنگ کر دی ہے۔ مناسب حالات کار کا تعلق قانون کی بالادستی ،مساویانہ حقوق اور امتیازی قوانین کے خاتمے سے ہے۔

یہ عناصر وہاں کی جمہوریت میں شامل نہیں۔ نقل و حمل کی آزادی اور صحت عامہ کی سہولتوں تک رسائی ناممکن بنا دی گئی ہے۔ سر دست وہاں نسل پرست (apartheid)حکومت ہی قائم ہے۔روہنگیا مسلمانوں کو دوسری آبادیوں سے الگ کر کے کیمپوں، شیلٹر ہاؤسز اور ماڈل دیہات تک محدود کر دیا گیا ہے۔ کوئی کہیں بھی آجا نہیں سکتا۔ نقل و حمل پر پابندیاں عائد ہیں''۔(میانمار بھی بڑی جیل کی مانند ہے)۔

گواہوں نے ان الزامات کی تصدیق کی ہے ،ان کے بیانات درخواست کا حصہ ہیں کہ ''بدھ ملیشیا کے کارندے مسلمان بچیوں کو اغوا کر لاتے ہیں،ان کی مسلسل بے حرمتی کرتے ہیں۔ وہ اپنے رشتے داروں اور دوستوں سے نہیں مل سکتے۔ روہنگیا اب بطور گروپ زندہ نہیں رہے،انہیں اس قابل ہی کہاں چھوڑا گیا ہے۔انہیں الگ تھلگ کر دیا گیا ہے(کشمیری بھی تو قید ہیں)۔

شناخت مٹانے کے لئے جنسی تشدد اور قتل عام کا سہارا لیا گیا،گھروں کو تالے لگا کر گاؤں کے گاؤں جلا دیئے گئے۔ کسی کو بھی جلتے گھروں سے نکلنے کی اجازت نہ تھی ،جس کسی نے دروازہ توڑ کر باہر نکلنے کی کوشش کی اسے دیکھتے ہی گولی مار دی گئی۔اندر چیخ وپکار رہی، ظالموں نے ایک نہ سنی۔ بچیوں کو درختوں سے باندھ کر ریپ کیا گیا۔

اسی نوعیت کی ایک رپورٹ کا عنوان تھا۔۔"اقوام متحدہ کی رپورٹ میں روہنگیاں مسلمانوں کے ساتھ دہشت بے نقاب :Tied to trees and raped) (UN report details Rohingya horrors۔ بدھ مت فوج نے مردوں اور لڑکوں کو سوچی سمجھی سازش کے تحت گولیوں کا نشانہ بنایا، گھروں میں زندہ جلایا۔

بدھ فوجیوں نے گینگ ریپ کیا، لڑکوں کو جبراً غائب کر دیا، مارا پیٹا، ذہنی اذیتیں دیں، ان کے گھروں اور کاروباری مراکز کو آگ لگائی۔ مدارس، مساجد اور قرآن پاک شہید کر دیئے۔ (Dar Gyi Zar) نامی گاؤں سے بدھ فوج نے ۲۰۰ بچوں بڑوں، خواتین اور لڑکیوں کو اغوا کر لیا، لڑکوں اور مردوں کو ایک میدان میں گھٹنوں کے بل بٹھانے کے بعد بچیوں کو الگ مکان میں قید کر دیا گیا۔ مکان میں قید لڑکیاں اوپر تلے گولیوں کی تڑتڑ میں اپنے ہی بھائیوں اور باپوں کی چیخوں سے نیم بے ہوش ہو گئیں۔ چند منٹ کی فائرنگ کے بعد سناٹا چھا گیا۔ گولیاں مارنے کے بعد لڑکیوں کو مکان سے باہر لایا گیا۔آگ جلانے والے بھوسے کے ڈھیر پر کئی لاشیں پڑی تھیں۔ بچیوں کے سامنے مردہ جسموں سے کپڑے اتار کر بھوسے کی مدد سے آگ جلا دی گئی۔ وہ چیخ بھی نہ سکیں۔ کچھ لڑکیوں کو درختوں سے باندھ کر پٹرول چھڑک کر آگ لگا دی گئی، تیز دھار آلوں سے ان کے گلے کاٹ دیئے گئے۔ گیمبیا نے جنگی جرائم کے مجرموں کو کیفر کردار تک پہنچانے، مظلومین کو زندگی، کاروبار اور مکانات برباد کرنے کا معاضہ دلوانے کی استدعا کی ہے۔

گیمبیا تنہا نہیں، ۵۷ا اسلامی ممالک گیمبیا کے ساتھ ہیں۔ کیس کی تیاری میں کئی اسلامی ممالک نے بھی گیمبیا کی مدد کی ہے۔ اسے اوآئی سی (اسلامی ممالک کی تنظیم) کی

حمایت حاصل ہے۔ متعدد اہم وکیلوں نے بھی مکمل قانونی معاونت مہیا کرنے کی یقین دہانی کرائی ہے۔ مقدمے سے ناصرف میانمار کو پیغام دیا ہے کہ ظلمت برداشت نہیں ہو گی، بلکہ جہاں جہاں بھی ظلم کی رات ہے وہ ممالک تیار ہو جائیں، گیمبیا آرہا ہے۔

اب عالمی عدالت ہی کمزوروں کا سہارا ہو گی۔ گیمبیا نے اشارہ دیا ہے کہ دنیا ظلم کو روکے، خاموشی بھی ظالم کو طاقت بخشتی ہے، ظالم کو طاقت سے روکنا لازم ہے۔ لہٰذا دیگر ممالک بھی مقدمے میں فریق بن کر جبر کے ماحول کے خاتمے میں مدد دیں۔

گیمبیا کی ءوزیر انصاف ابو بکر تامبادو (Abubacarr Tambadou) نے بتایا کہ ''اس کا مقصد میانمار کی بدھ مت حکومت کو اپنے ہی عوام (روہنگیا) کے خلاف نسل کشی پر جوابدہ بنانا ہے۔ نوبل انعام یافتہ آن سان سوچی کی ناک کے نیچے روہنگیا مسلمانوں کے لئے میانمار کو بدھ متوں نے ظلمت گاہ بنادیا ہے۔

اگر عالمی عدالت انصاف نے یہ مقدمہ لے لیا تو یہ اپنی نوعیت کا پہلا کیس ہو گا۔ یوگوسلاویہ کے خلاف جنگی جرائم کے مقدمے کی سماعت کے وقت ٹریبونل کی رپورٹ سامنے تھی مگر اب اسے خود ہی تمام معاملات دیکھنا ہوں گے۔

میانمار نے عالمی عدالت کی مداخلت کو مسترد کرتے ہوئے دلیل دی کہ وہ عالمی عدالت کا ممبر ہی نہیں ہے، لہٰذا یہ عدالت اس کے خلاف کارروائی کر ہی نہیں سکتی۔ عالمی عدالت نے یہ دلیل مسترد کر دی۔ یہ درست ہے کہ انسانیت سوز جنگی جرائم ایک ایسے ملک میں کئے جارہے ہیں جو عالمی عدالت کا ممبر نہیں۔ لیکن یہ بھی درست ہے کہ اس ملک میں جنگی جرائم کی وجہ سے عالمی عدالت کا ایک رکن ملک یعنی بنگلہ

دیش بحران کی لپیٹ میں آگیا ہے، دس لاکھ مہاجرین کی آمد معاشی مشکلات کا باعث بنی ہیں۔ عالمی عدالت مقدمے کی سماعت کا میانمار میں نسل کشی سے بنگلہ دیش پر مرتب شدہ اثرات کے حوالے سے کرے گی۔ کیونکہ بنگلہ دیش کے حالات کی خرابی میں میانمار کی حکمت عملی کا دخل ہے۔ میانمار جنگی جرائم روکنے کا پابند ہے۔ایسا کرنا عالمی عدالت انصاف کے دائرہ کار میں ہے۔ لیکن "۱۹۴۸ء کے کنونشن برائے انسداد جنگی جرائم کو اور نسل کشی" کے تحت کوئی بھی ملک کسی بھی رکن ملک کے خلاف انسانی سنگین جنگی جرائم کا مقدمہ لے کر عالمی عدالت سے رجوع کر سکتا ہے۔ پاکستان چاہے تو مقبوضہ کشمیر کا مقدمہ بھی اسی عالمی عدالت کی زینت بن سکتا ہے۔

۱۵۰ دن سے کشمیر میں نقل و حمل کی پابندیاں اس زمرے میں آتی ہیں۔ گیمبیا کے نائب صدر گیمبیا (Isatou Touray) نے مقدمہ دائر کرتے وقت کہا کہ ۔۔۔ "میرا ملک چھوٹا سا ہے مگر ہم اپنے براعظم اور اس سے باہر بھی انسانی حقوق کے بڑے بڑے کام کرنے میں اپنی منفرد پہچان رکھتے ہیں'۔

گیمبیا اور میانمار ۱۹۴۸ کے جینو سائیڈ کنونشن(۱۹۴۸ Genocide Convention) کے دستخطی ہیں۔ یہ کنونشن ہر ملک کو پابند بناتا ہے کہ نا صرف وہ اپنے ملک میں نسل کشی کی روک تھام سے متعلق قانون سازی کرے گا بلکہ دوسرے ممالک میں بھی مدد دے گا۔ یہ قانون بھی میانمار کے خلاف جاتا ہے،اور عالمی عدالت کو وہ تمام اختیارات دیتا ہے جو اس مقدمے کی سماعت کے لئے ضروری ہیں۔ مقدمہ داخل کرنے کے بعد ہیگ میں موجود ایک روہنگیا مسلمان نے اعلان کیا کہ ۔۔۔ "ہم جانتے ہیں کہ اس کارروائی سے بدھ متوں کا ظلم ختم نہیں ہوگا،ان کے ہاتھ مضبوط ہیں، طاقت ور لابیاں مسلمانوں ہی کا خاتمہ چاہتی ہیں جنہوں نے اپنے اپنے

ملک میں مسلمانوں کا نام و نشان مٹا دیا ہے یا مٹانے کی کوشش کر رہے ہیں، وہ سب بھی میانمار کے ساتھ ہیں، لہٰذا خدشہ ہے کہ اگر فیصلہ ہمارے حق میں ہوا تو اس پر عمل درآمد بھی شائد نہ کروا سکے "۔ عمل درآمد کروانے کے لے عالمی عدالت کو سلامتی کونسل میں جانا پڑے گا جہاں بدھ متوں کو مکمل حمایت حاصل ہے۔ کیا کمیونسٹ تو کیا سامراج، سب بدھ مت کا دایاں بازو ہیں۔ روہنگیا مسلمان نے کہا کہ یہ ہماری اخلاقی فتح ہو گی۔ بدلتے ہوئے پیمانوں میں اخلاقی فتح نام کی کوئی چیز زندہ نہیں رہی۔ یہ کشمیر میں ۱۵۰ دنوں سے قید ہے! رہا فلسطین۔۔ وہاں بھی اخلاقی فتح گولوں کی بارش کی زد میں دم توڑ رہی ہے۔ روہنگیا مسلمانوں نے دوسرے ممالک سے اپیل کی ہے کہ وہ بھی مقدمے میں فریق بن کر ایک نسل کے خاتمے کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں۔ لیکن شائد یہ بھی ممکن نہ ہو۔

اقوام متحدہ کے تفتیش کار کے مطابق "میانمار کے مسلمان بدترین نسل کشی کے دور سے گزر رہے ہیں، انہیں بدھ مت جرنیلوں کے ظلم کا سامنا ہے۔ ایک تو نسل کشی کم ہونے کا نام نہیں لے رہی دوسری طرف وہاں کی حکومت مکمل اور حقیقی جمہوریت قائم کرنے پر آمادہ ہے نہ ظلم میں کمی میں دلچسپی رکھتی ہے۔

اقوام متحدہ کے فیکٹ فائنڈنگ مشن کے سربراہ مارکوزی دارو سمین (Marzuki Darusman) نے رپورٹ میں لکھا تھا۔۔۔ آج بھی زندگی کے لئے بنگلہ دیش ہجرت کرنے والے مسلمانوں کی تعداد ہزاروں میں ہے۔ بدھ مت اکثریتی ملک میں بدھ مت جرنیلوں کی پابندیوں اور نسل کشی کا شکار مسلمانوں کی تعداد 2.50 لاکھ سے 4 لاکھ کے درمیان ہو گی۔ سیدھے سادھے لفظوں میں اسے نسل کشی ہی قرار دیا جا سکتا ہے۔ مارزی دارومین نے صاف کہا کہ سلامتی کونسل جنگی

جرائم کی تحقیقات کے لئے عالمی عدالت انصاف کو ریفر کرے۔ یا پھر عالمی ٹریبونل کا قیام عمل میں لایا جائے۔ لیکن ویٹو پاور رکھنے والے چین اور روس کی مخالفت کے بعد یہ کام کافی مشکل دکھائی دے رہا ہے۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس ملک نے اچھی معاشی ترقی کر لی ہے مگر ترقی غیر مساویانہ اور چند علاقوں تک محدود ہے، انسانی ترقی تاحال مفقود ہے۔

گیمبیا کے سامنے آنے سے پہلے اقوام متحدہ میانمار میں نسل کشی پر کارروائی کے راستے تلاش کر رہا ہے۔ عالمی عدالت انصاف ایک سال سے تیار ہے۔ مگر وہ اندھیرے میں تھی۔ اسے مطلوبہ حمایت حاصل نہ تھی۔ اقوام متحدہ کے تفتیش کاروں کی مرتب کردہ رپورٹ سلامتی کونسل کے ۱۵ ممالک کے سامنے پیش کی گئی۔ روس اور چین نے مزاحمت کی۔ بولیویا، ایکویٹوریل گینیا، ایتھوپیا اور قازقستان بھی میانمار کے ساتھ دکھائی دیئے۔

روہنگیا مسلمانوں کا معاملہ سلامتی کونسل میں آگے نہ بڑھ سکا۔ برطانیہ کے وزیر خارجہ جیرمی ہنٹ (Jeremy Hunt) نے دوٹوک لفظوں میں اعلان کیا تھا کہ " روہنگیا پر ظلم کی جواب دہی، برمی جرنیلوں کو قانون کے کٹہرے میں آنا ہی ہوگا" ۔ گارجین کی سرخی تھی (Jeremy Hunt: Burmese generals must face justice over Rohingya)۔ وہ واشگاف لفظوں میں کہہ چکے ہیں کہ میانمار میں روہنگیا مسلمانوں کی نسل کشی کرنے والے بدھ افسروں اور حکومتی کارندوں کو انصاف کے کٹہرے میں لانا پڑے گا، انہیں جنگی جرائم کے مقدمات کا سامنا کرنا ہی پڑے گا، اس سے فرار ممکن نہیں۔ لیکن انہوں نے کہا کہ "ہم اکیلے کچھ نہیں کر سکتے"۔ اسی طرح امریکہ بھی بدھ متوں کی جانب سے مسلمانوں کی نسل کشی

کے ہے۔اس نے انسانی حقوق اور سمگلنگ کے حوالے سے میانمار کی رٹینگ مائنس تھری کر دی ہے، یعنی یہ وہ ملک ہے جہاں مردوں کو تحفظ حاصل ہے نہ خواتین کی جان و عزت محفوظ ہے۔ بچیوں کی سمگلنگ بے قابو ہے۔امریکہ نے میانمار کو زیادہ انسانی سمگلنگ والے ممالک میں شامل کیا ہے۔ لیکن امریکہ بھی شائد تنہا کچھ نہیں کر سکتا۔اقوام متحدہ کے مبصر کے یہ الفاظ بھی ہمارے ذہن سے محو نہیں ہوئے کہ ''روہنگیاں مسلمانوں کی نسل کشی اب بھی جاری ہے،اس عمل میں چنداں کمی نہیں آئی۔ (Rohingya genocide is still going on, says top UN investigator)۔

میانمار میں اقوام متحدہ کی نمائندہ برائے انسانی حقوق یانگ لی (Yanghee Lee) نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ''آن سان سوچی سے حالات میں بہتری کی جو توقع کی گئی تھی،وہ پوری نہ ہو سکی۔ حالات پہلے جیسے ہی ہیں۔ نوبل انعام یافتہ آن سان سوچی یہ ماننے کو تیار نہیں ہیں کہ ان کی بدھ مت فوج نے مسلمان بچیوں اور خواتین کی بے حرمتی کی ہے،ان کے خون سے ہاتھ رنگے، گاؤں کے گاؤں جلا کر راکھ کر دیئے ہیں، تقریباً چار سو گاؤں کا پتہ چلا ہے۔ 7 لاکھ روہنگیا مسلمان بنگلہ دیش میں پناہ ڈھونڈنے پر مجبور ہو گئے۔ لیکن بقول آن سان سوچی، ایسا کوئی واقعہ رونما نہیں ہوا۔

حکومتی رویئے سے یہی ظاہر ہو رہا ہے کہ میانمار کی قیادت حقیقی جمہوریت کی بحالی میں دل چسپی نہیں رکھتی۔ وہ ایسی جمہوریت قائم ہی نہیں کرنا چاہتے جس میں تمام گروپوں یا نسلوں کو مساویانہ انسانی حقوق حاصل ہوں ۔یا ان میں صلاحیت کا فقدان ہے۔ روہنگیا مسلمانوں کو انصاف مل رہا ہے نہ وہاں قانون کی بالادستی ہے۔ لیکن سوچی بضد ہیں کہ ان کے ملک میں بھی دنیا کے دوسرے حصوں جیسا ہی کچھ ہو

رہا ہے۔ منصفانہ قوانین کا اطلاق سب پر بلا امتیاز ہونا چاہیے، کسی کو بھی استثنیٰ نہیں ملنا چاہیے۔ قانون کا استعمال کسی نسل کو کچلنے کے لئے نہیں کیا جانا چاہیے۔ یہ سب کچھ کسی اور ملک میں نہیں ہو رہا"۔

۲۰ لاکھ آبادی والا ملک ظلم کے خلاف کھڑا ہو گیا! دنیا حیران ہے کہ ۲۰ لاکھ آبادی اور ۱۰،۶۸۹ ایکڑ رقبے پر محیط چھوٹا سا ملک دنیا میں ہونے والے ظلم اور جبر کے خلاف کیسے کھڑا ہوا گیا؟

دراصل اس ننھے سے ملک نے جبر کے کئی دور دیکھے ہیں۔ گیمبیا ہی وہ خطہ ہے جہاں سے سب سے زیادہ غلام سمگل کئے گئے تھے۔ غلاموں کے جہاز بھر بھر یہاں سے دوسرے ممالک میں بھیجے جاتے تھے۔ امریکہ اور برطانیہ ان جہازوں کی خاص منزل تھے۔ اس ملک کے عوام خود بھی نوآبادیاتی غلامی کا مزہ چکھ چکے ہیں۔ اسی لئے موجودہ صدر ایداما بارو(Adama Barrow) کے دور میں یہ ملک انسانی حوالوں سے ترقی کر رہا ہے، انسانی ترقی کے کئی اشاریوں میں اوپر کی جانب گامزن ہے، کئی سیاسی قیدی رہا کر دیئے گئے ہیں ،اپوزیشن سے بہتر رابطے قائم کئے گئے ہیں، کیونکہ یہاں کے حکمرانوں کو تعصب اور جبر واستبداد شدہ دکھوں کا اندازہ ہے، وہ غلامی اور تشدد کی اذیت جانتے ہیں۔

اسی لئے ان کے وزیر نے بعض اسلامی ممالک سے رابطہ کیا اور ان سے مدد چاہی۔ یہ مدد مل گئی۔ اب اس ملک کے رہنماؤں کا کہنا ہے کہ نسل کشی اور قتل عام کے خلاف دوسرے ممالک کو بھی اٹھ کھڑے ہونا چاہیے ورنہ ہم اپنی آنے والی نسلوں کو شکل دکھانے کے قابل نہیں ہوں گے۔ گیمبیا کا یہ اقدام ہمارے لئے بھی مشعل راہ ہے، ہم چاہیں تو مسئلہ کشمیر بھی عالمی عدالت میں لے جا سکتے ہیں۔

یہ بھی عجب اور اجنبی دوست ہے۔ کسی دور دراز علاقے سے فون کرتا ہے اور چند ایک فقرے میرے کانوں کے ذریعے دل میں اُتار کر اللہ حافظ کہہ جاتا ہے۔ آج صبح موبائل کی گھنٹی بجی، دل نے کہا وہی ہو گا۔ فون کان کو لگایا تو السلام علیکم کہہ کر فرمانے لگا ڈاکٹر صاحب آج کل ساری قوم غصے میں ہے۔ جب لیڈر اور دانشور غصے میں ہوں تو ساری قوم غصے میں مبتلا ہو جاتی ہے۔

میرے رب کا فرمان ہے ''جو غصہ پی جاتے ہیں اور دوسروں کے قصور معاف کر دیتے ہیں ایسے لوگ اللہ کو بہت پسند ہیں''۔ ''اللہ حافظ'' اور فون بند ہو گیا۔ میں سوچنے لگا کہ غصہ پینے اور دوسروں کو معاف کرنے کے لئے وسیع الظرف اور ''بڑے'' دل کی ضرورت ہوتی ہے جب کہ ہماری سیاست نے ظرف چھوٹے اور دل نفرت کے تنور بنا دیئے ہیں۔ جن کو اللہ کی خوشنودی درکار ہوتی ہے، وہ غصہ پیتے اور قصور معاف کرتے ہیں۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ اللہ کی خوشنودی تسبیح انگلیوں میں سجانے اور دانے گرانے سے حاصل ہوتی ہے حالانکہ اللہ کا فرمان ہے کہ میں تسبیح کے دانے گننے سے کہیں زیادہ خوش اعمال سے ہوتا ہوں اور انہی اعمال میں غصہ پینا اور دوسروں کو معاف کرنا شامل ہے۔

اجنبی دوست کی بات پر غور کیا تو محسوس ہوا کہ ہمارے سارے سیاستدان اور حکمران غصے سے بھرے بیٹھے ہیں۔ وزیر اعظم میانوالی گئے تو اسپتال کا افتتاح کرنا تھا لیکن سارا وقت میاں نواز شریف پر غصہ نکالتے رہے۔ ان کی تقریر ٹیلی وژن پر سنتے ہوئے مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ سامنے بیٹھے حاضرین اور تقریر سننے والے سامعین کو نفرت کے انجکشن لگا رہے ہیں۔

وہ تو تقریر کر کے فارغ ہو جاتے ہیں لیکن اس کے بعد وزراء میں نفرت کی قوالی کا مقابلہ شروع ہو جاتا ہے۔ یوں ٹیلی وژن چینلز اور اخبارات نفرت کے پیامبر بن گئے ہیں کیونکہ حزبِ مخالف بھی اس مقابلے میں حکومتی ترجمانوں کو لتاڑنے کے لئے اسی نفرت کا ہتھیار استعمال کرتی ہے۔

ہر طرف نفرت کے گونجتے ترانے عوام کے کانوں سے اتر کر دلوں میں جگہ بنا لیتے ہیں اور صوبائیت کا روگ بن جاتے ہیں۔ جس نجی محفل، مذاکرے یا فنکشن میں جائیں اسی طرح کی ذہنی کیفیت اور نفرت کی تقسیم کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

مان لیا کہ نفرت کا یہ پیغام پھیلانے میں نیب نے بھی اپنا حصہ ڈالا ہے کیونکہ الزامات کی بارش کے باوجود آج تک کسی بڑے سیاستدان پر کوئی بڑا الزام ثابت نہیں ہوا۔ الزامات کی بازگشت، اخباری انکشافات اور اعلانات سنتے ڈیڑھ سال گزر گیا لیکن وہ اربوں کی خورد برد، کرپشن کی خوفناک کہانیاں اور منی لانڈرنگ کے قصے ابھی تک سارے محض افسانے ہیں حالانکہ اب تک نیب کو ''نامور'' اسکینڈلز کے ثبوت مہیا کر کے عدلیہ اور عوام کو مطمئن کر دینا چاہئے تھا۔ نیب کے اربوں کی ریکوری کے دعوے ڈبل شاہ جیسے کرداروں اور ہاؤسنگ سوسائٹیز کے فراڈ کے گرد گھومتے ہیں جبکہ عوام امریکہ، انگلستان، یو اے ای، فرانس، اسپین وغیرہ میں قومی لوٹ مار کے

ذریعے خریدی جائیدادوں کی اندرونی کہانیوں اور کرپشن کے ثبوت مانگتے ہیں۔اسی سلسلے کی کڑی محض الزامات لگا کر بڑی چھوٹی مچھلیوں کی گرفتاری ہے۔ بہت سے حضرات عرصے سے نیب کی حوالات اور جیل کی سلاخوں کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں لیکن آج تک کرپشن ثابت نہیں ہوئی۔جب تک نیب محض پکڑ دھکڑ سے خوف پھیلاتا رہے گا اور الزامات ثابت نہیں کرے گا نفرت کی یہ لہر اسی طرح پھیلتی رہے گی اور انتقام کا تاثر مزید مضبوط ہوتا رہے گا۔

چیئرمین کی تقریریں اور ہوا کا رخ بدلنے کی ''خوشخبریاں'' کسی صورت بھی عملی کارکردگی کا نعم البدل نہیں ہو سکتیں۔ پھر جب وزیراعظم ہر ''موقع بہ موقع'' اپوزیشن پر نام لے لے کر نفرت کے تیر برسانے لگیں تو کون کم عقل اسے احتساب سمجھے گا، یہ تو انتقام ہی لگے گا مانا کہ کرپشن کا خاتمہ اور احتساب آپ کے منشور کا نمایاں وعدہ تھا لیکن کیا دشنام طرازی سے کرپشن ختم ہوتی ہے یا احتساب ہو سکتا ہے؟ کرپشن کا سمندر حکومت کی نگاہوں کے سامنے بہہ رہا ہے لیکن یہ وہ کرپشن ہے جس سے ہر شہری کو ہر روز پالا پڑتا ہے۔

کوئی محکمہ یا سرکاری ادارہ ایسا نہیں جہاں رشوت دیئے بغیر کام ہوتا ہو۔ بُری گورننس کی ذمہ داری نالائق حکومت پر عائد ہوتی ہے جس نے اضلاع ممبران صوبائی اور مرکزی اسمبلیوں کے حوالے کر دیئے ہیں جو اپنی مرضی اور پسند کے ڈی سی اور ایس پی سے لیکر اے سی اور پٹواری تھانیدار تک لگواتے ہیں۔

پسندیدہ بیوروکریسی صرف اپنے لگوانے والے کے احکامات بجا لاتی ہے اسے عوام کے مسائل حل کرنے، انصاف دینے، ترقیاتی منصوبوں کو پایہ تکمیل تک پہنچانے سے غرض نہیں ہوتی۔اس تقسیم کے سبب حکومت کے مخالفین کا نہ جائز کام

ہوتا ہے اور نہ شنوائی۔ نتیجے کے طور پر نفرت کی خلیج پھیلتی چلی جاتی ہے بیوروکریسی خوف کے دباؤ کے تحت بددل اور ''خوشامدی'' ہو جاتی ہے۔ وہ مصنوعی مہنگائی پر قابو پانے کے بجائے تماش بین بن جاتی ہے اور دل ہی دل میں حکومت سے ''بغاوت'' کرنے لگتی ہے نوبت ایں جا کہ شاید ہی کسی افسر کو اپنی سیٹ پر چند ماہ سے زیادہ بیٹھنا نصیب ہوا ہو۔ بلاضرورت اور بے تحاشا تبادلوں نے نہ صرف حکومتی خزانے پر بیجا بوجھ بڑھادیا ہے۔

اب تو یوں لگتا ہے جیسے نفرتوں کی فصل پک چکی ہے۔ جب کوئی رجحان، احساس، یا نظریہ دانشوروں کی تحریروں اور ٹی وی تجزیہ کاروں کی گفتگو پر حاوی ہو جائے تو یہ فصل پکنے کی سب سے بڑی علامت ہوتی ہے۔ کسی بے انصاف، زیادتی یا انتقامی کارروائی کے خلاف قلم اور آواز اٹھانا ہر دانشور کا فرض ہے لیکن جب اس بے انصافی کو صوبائیت کا رنگ دیا جائے اور لفظوں کے ذریعے اصولی بات کرنے کے بجائے علاقائی زہر پھیلایا جائے تو سمجھ لیجئے کہ نفرت ملک و قوم کے باطن میں سرایت کر گئی ہے اور یہ قومی یکجہتی کی بنیادوں کو ہلا کر رکھ دے گی۔

لکھاریوں، غور و فکر کرنے والوں اور قومی دانشوروں کا کام زخموں پر مرہم رکھنا ہے نہ کہ زخم لگانا، ان کا فرض نفرت کے سامنے بند باندھنا ہے نہ کہ اسے پھیلانا۔ مجھے تو ٹھنڈے دل و دماغ والے دانشور بھی حکمرانوں کی مانند غصے کا شکار لگتے ہیں۔ سچ پوچھو تو اس منظر نامے نے مجھے بہت سے خدشات میں مبتلا کر دیا ہے۔

قُرآن اور صَاحِبِ قُرآن

محمد اشفاق وسیر گھوٹوی (ملتان)

قرآن والا افضل بشر ہے دونوں جہاں میں وہ ذی قدر ہے
قرآن والا افضل بشر ہے دونوں جہاں میں وہ ذی قدر ہے
قرآن ہی صرف ایسی کتاب ہے تلاوت پہ جس کی اجر بے حساب ہے
تحفہ یہ رب کا بڑا لاجواب ہے دور ہوتا اِس سے عذاب قبر ہے
قرآن پڑھ تو اے میرے بھائی کرتا دلوں کی ہے یہ صفائی
اِس کو پڑھا جس، ہدایت ہے پائی کلامِ خدا میں بڑا ہی اثر ہے
قرآن پڑھنے اور پڑھانے والے قرآں سمجھنے و سمجھانے والے
جنت میں اعلیٰ ہیں ٹھکانے والے اُن پہ خدا کی کرم کی نظر ہے
حافظِ قرآں عاملِ قرآں کرے گا سفارش اللہ سے وہاں
جنت میں لے کے جائے گا دس جواں حفظِ قُراں کا انوکھا اجر ہے
عمل کرے جو بھی قرآن پڑھ کر پہنیں گے اُس کے والدین سر پر
تاجِ نورانی سورج سے بڑھ کر قاری کے ماں باپ کی یہ قدر ہے
دعائے حضور ﷺ پر رب ہوا مہرباں کہ سات حرف پر اُتارا ہے قرآں
اُمتِ نبی ﷺ کی ہوئی مشکل آساں جس حرف پر پڑھو پورا اجر ہے
اے کریم کر تو وَسیر پر یہ کرم تلاوتِ قرآں ہو زُباں پہ ہر دم
قرآں پڑھتے پڑھتے ہو زندگی ختم میں کچھ نہیں ہوں تو عظیم تر ہے
قرآن والا افضل بشر ہے دونوں جہاں میں وہ ذی قدر ہے

(عبدالرافع رسول، سری نگر)

مسلسل ۱۵۰ویں روز بھی مقبوضہ وادی کشمیر میں بھارتی فوجی محاصرہ جاری ہے۔ محاصرے کے اس طویل دورانیے میں ظلم وجور کی وہ کونسی قسم ہے کہ جو قابض فوج کی طرف سے اسلامیان کشمیر پر آزمائی نہ گئی ہو۔ ظلم وستم کے ساتھ ساتھ بھارت کشمیر کی (Demography) تبدیل کرنے کے لئے واضح طور پر کئی طرح کے ناپاک اقدام بھی اٹھا رہا ہے جن میں اسرائیلی طرز کا شرمناک منصوبہ بھی شامل ہے جس پر وہ عمل درآمد کر چکا ہے۔

اور بدھ ۲۷ نومبر ۲۰۱۹ کو کشمیری پنڈتوں ''کشمیری ہندوؤں'' اور بھارتی ہندوؤں کی ایک مشترکہ تقریب سے تقریر کرتے ہوئے امریکی شہر نیویارک میں تعینات بھارتی قونصلیٹ جنزل سندیپ چکرورتی نے اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ نریندر مودی حکومت مقبوضہ کشمیر میں ہندوؤں کی آبادکاری کو یقینی بنانے کے لئے اسرائیل طرز کا ماڈل اپنائے گی۔ بھارتی قونصلیٹ جنزل کا کہنا تھا کہ اگر اسرائیل فلسطینی علاقوں میں یہودیوں کو آباد کر سکتا ہے تو ہم بھی اس کی پیروی کرتے ہوئے

کشمیر میں ہندوؤں کو بسالیں گے۔ دراصل ہندو منصوبہ سازوں کی کھوپڑیوں میں یہ بات سما گئی ہے کہ کشمیر کی مسلمان آبادی کے شرح تناسب کو بدلے بغیر کوئی چارہ کار نہیں اس سے یہ مسئلہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے گا۔ سرزمین فلسطین پر اسرائیل نے دنیا کے کونے کونے سے یہودیوں کو لالا کر بسایا اور فلسطینیوں کو اقلیت میں بدلنے کے ناپاک منصوبے پر کام کرتا رہا۔

بھارت سمجھتا ہے کہ جب کشمیر میں فلسطین جیسا ماڈل اپنایا جائے گا اور بھارت کے طول و عرض سے ہندوؤں کو لا کر کشمیر میں بسایا جائے گا تو کشمیری مسلمانوں کو اقلیت میں بدل دینے اور پھر ان کی آواز دبانے کا یہی کارگر طریقہ ہے جسے کشمیری مسلمان مکمل طور پر زیر ہو سکیں گے۔

بھارت کے ناپاک منصوبوں کو بنظر غائر دیکھا جائے تو بات بالکل اور واضح طور سمجھ میں آجاتی ہے کہ کشمیری مسلمانوں کا بھارت سے جھگڑا یہ محض اختیارات اور انتظامی فیصلوں کا نہیں بلکہ یہ کشمیر کے نظریاتی اور تہذیبی تشخص کی لڑائی ہے۔

بھارتی منصوبہ سازوں اور تھینک ٹینکس نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ جب تک کشمیری مسلمان اپنی مسلمانیت پر فخر کرتے اور اپنی تہذیب، اپنے تشخص کی بحالی اور بقا پر اصرار کرتے ہیں تب تک کشمیر کی کشمکش ختم نہیں ہو سکتی کیونکہ کشمیریوں کے اجتماعی شعور میں ایک خلاء اور احساس محرومی ان کے اجتماعی شعور کے خلاف بڑھاوا دے رہی ہے کہ ان کی تاریخ اور تہذیب کے فطری دھارے دریائے جہلم کے ساتھ ساتھ پاکستان کی طرف چلتے اور بہتے ہیں نہ کہ ان دھاروں کا رخ دریائے ستلج کے ساتھ بھارت کی طرف۔ یہی وجہ ہے کہ بھارت کشمیر کی اسلامی تہذیب، ثقافت، تعلیم، تشخص اور نظریاتی ہئیت پر حملہ کر رہا ہے۔ امر ناتھ یاترا کے ذریعے بھارت ریاست جموں و کشمیر میں ہندو تشخص کو ابھار رہا ہے تا کہ یہ تاثر نمایاں ہو کہ کشمیر محض مسلم

اکثریتی ریاست نہیں بلکہ کشمیریت کی گہری جڑیں ہندوازم میں بھی پیوستہ ہیں اور ہندوازم ریاست کا غالب عنصر ہے۔اس کے مقابلے میں اسلامیان کشمیر ۱۹۴۷ء سے آج تک مسلسل انتہائی نا مساعد، مشکل اور کٹھن حالات میں بھی کشمیر کی اسلامی تہذیب وثقافت اور تشخص کی محافظت کی اور کر رہے ہیں۔

بھارتی جابرانہ قبضے اور جارحانہ تسلط کے باوجود وہ جزیرے کی مانند الگ تھلگ رہے، اپنے تشخص اور تہذیب کو بچانے کے لیے انہوں نے اس طرح کی تنہائی کو بخوشی قبول کیے رکھا۔ اسلامیان جموں وکشمیر کے نسل کشی کے منصوبہ ساز، قاتلین ہندمیں سب سے بڑے قاتل جگ موہن نے ۱۹۹۰ء میں جب وادی کشمیر سے (۲لاکھ) کشمیری پنڈتوں ''کشمیری ہندوؤں'' کو جموں دہلی اور بھارت کی مختلف ریاستوں میں منتقل کردیا۔

اس کے پس منظر میں یہی فلسفہ تھا کہ کشمیری پنڈت ''کشمیری ہندو'' جموں،دہلی اور دیگر بھارتی ریاستوں میں کپڑے پھاڑتے، روتے ،بلکتے ،چیختے اور چلاتے ہوئے بھارت ہندؤوں سے فریاد کناں ہوں گے کہ کشمیری مسلمانوں نے ان پر مظالم ڈھائے اور انہیں ان کے گھروں سے بے دخل ہونے پر مجبور کردیا اور اس طرح کی فریاد سن کر بھارت کے اطراف واکناف کے ہندو کشمیری پنڈتوں ''کشمیری ہندوؤں'' کی ڈھارس بندھائیں گے اور ان سے وعدہ کریں گے کہ وقت آنے پر وہ انہیں ان کے گھروں کو لوٹائیں گے اور خود بھی ان کے ساتھ جاکر ان کی حفاظت کے لئے ان کے گھروں کے سامنے ارض کشمیر میں اپنا گھر بسائیں گے۔

ان تمام ناپاک سازشوں کا واحد مقصد یہ تھا کہ کشمیر کے اسلامی تشخص کو مٹاکر اسے کشمیریوں کے لیے فلسطین بنادیا جائے یعنی کشمیر کو برصغیر کا فلسطین بنادیا جائے گا۔ یہ کشمیریوں کو بھارتی بنانے کا وہ دیرینہ ہندو خواب تھا جو ۱۹۴۷ء سے پورا نہ ہو سکا تھا۔لیکن جب اسلامیان کشمیر نے ہندوبھارت کوللکارا اور (Quit Kashmir Movement) شروع ہوئی تو ارض کشمیر بھارتی ہندو باشندوں کو

دیئے جانے اور انہیں منتقل کرنے کے نامراد منصوبے تیار ہوئے اور اس سلسلے میں سب سے اہم کام یہ ہوا کہ جب کشمیر کی سر زمین پر" امر ناتھ شرائن بورڈ"کا قیام عمل میں لایا گیا اور ۲۰۰۶ء میں اس ہندو بورڈ کو ۸۰۰ کنال اراضی دے دی گئی تاکہ وہ کشمیر میں ایک "ہندو کشمیر"کا بیس بنا سکے۔

یہ اراضی کشمیر کے ضلع گاندربل میں ہندوؤں کے امر ناتھ شرائن بورڈ کو منتقل کی گئی جس پر اسلامیان کشمیر نے شدید احتجاج کیا اور انہوں نے اس فیصلے کو ماننے سے صاف انکار کر دیا۔ اس کے بعد ۲۰۱۱ء میں کشمیری مسلمانوں کی آبادی کا شرح تناسب گھٹانے کے لیے مردم شماری میں ہیرا پھیری کا مکروہ کھیل کھیلا گیا جو ہنوز جاری ہے۔

جبکہ ۵ اگست ۲۰۱۹ء کا اقدام کشمیر کو فلسطین بنانے کے کھیل کی تکمیل ہے۔المختصر! بھارت کا منصوبہ ساز طبقہ اس نتیجے پر پہنچا کہ کشمیر کا اسلامی تشخص تبدیل کئے بغیر کشمیری مسلمانوں کو بھارت کی غلامی تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں کیا جا سکتا۔

اسی لیے ۱۹۹۰ء سے ہی ایک طویل المیعاد شرمناک منصوبے پر کام شروع کر دیا گیا تھا۔ فلسطینیوں کی حمایت سے دست کش یا کم از کم خاموش کر دینے کا جو عمل گزشتہ ایک سو سال کی تاریخ ہمارے سامنے پیش کرتی ہے، وہ اسی قسم کی پالیسیوں سے عبارت ہے۔ مقبوضہ وادی میں ۸۰ لاکھ کشمیریوں پر ۱۰ لاکھ بھارتی قابض فوج مسلط ہیں اس طرح ہر ۸ نہتے کشمیریوں پر جدید اسلحے سے لیس ایک فوجی مسلط ہے۔ لیکن عالمی سطح پر سرد مہری اب مجرمانہ حیثیت اختیار کر رہی ہے خصوصا مسلم ممالک کے حکمرانوں نے بھی آواز نہ اٹھا کر اور بالواسطہ طور پر بھارت کا ساتھ دے کر ایک مایوس کن سوچ پیدا کی ہے۔(بشکریہ ۹۲ نیوز)

نئے سال کے آغاز میں دنیا بھر میں معمول کے مطابق خوشیاں منائی جاتی ہیں، ہر کوئی اپنے اپنے انداز میں مسرت و شادمانی کا اظہار کرتا ہے، مگر دنیا کے ممالک میں امریکہ شاید وہ اکیلا ملک ہے جو دوسروں کا خون پینے اور درندوں کی طرح انسانوں کو پھاڑ کھانے کے ساتھ مسرت و شادمانی کا اظہار کرتا ہے۔

امریکہ نے افغانستان میں مسلمانوں کا خون بہایا، لیبیا میں تباہی و بربادی پھیلائی، اسے عدم استحکام سے دوچار کیا، پاکستان میں ڈرون حملوں میں ہمارے بے شمار لوگ امریکہ ہی نے مارے تھے، عروس البلاد عراق کی اینٹ سے اینٹ بجائی، ایک مستحکم و مضبوط نظام کو مفلوج کیا، من پسند حکومت قائم کی، وہاں اپنے اڈے قائم کیے، یہیں سے امریکہ خلیجی ممالک میں اپنی ریشہ دوانیاں جاری رکھے ہوئے ہے۔

سال نو کے ساتھ ہی امریکہ نے اناولا غیری کے شیطانی نعرے بلند کرنے شروع کردیے تھے، امریکہ کا نیم پاگل صدر ڈونلڈ ٹرمپ جسے کئی بار پاگل کہا گیا نے کہا کہ ہم دنیا میں سب سے بہتر اور سب سے مضبوط فوج والے لوگ ہیں، ہم سپر طاقت ہیں، انہی نعروں کی گھن گرج میں امریکہ نے ایرانی سپہ سالار پاسداران انقلاب جنرل سلیمانی کو بھون ڈالا، اس پر حملہ کرکے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

کسی صورت میں اس امریکی اقدام کی تحسین ہمارا ضمیر اجازت نہیں دیتا، ایران اس وقت خلیجی ممالک میں چوہدری بنا ہوا ہے، یمن کے حوثی ہوں یا شام میں بشار الاسد، یا عراقی حکمران، ایران ہر جگہ اپنا وجود ثابت کرنے کے لیے شرارتیں کرتا رہتا ہے، اور کر رہا ہے، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایرانی جرنیل عراق میں کیا کرنے گیا تھا؟ اگر میدان جنگ میں بر سر پیکار تھا تو جنگوں میں تو پھر یونہی ہوتا ہے کہ کبھی ایک فریق مارا جاتا ہے اور کبھی دوسرا، لیکن جیسے عراقی حکمران کہتے ہیں کہ وہ سربراہ مملکت سے ملنے عراق آرہا تھا اور اسی دوران وہ امریکیوں کے ہتھے چڑھ گیا تو یہ دوسرا معاملہ ہے۔

ایرانی جرنیل کی ہلاکت کے بعد ایران نے بھی ۸ جنوری کی صبح عراق میں موجود امریکی اڈوں کو نشانہ بنایا اور ان کے اسی فوجیوں کی ہلاکت کا جھوٹا دعویٰ کیا ہے، عالمی ذرائع ابلاغ کے مطابق یہ راز اب کھل چکا ہے کہ ایران نے حملہ کرنے سے پہلے امریکہ کو اطلاع کر دی تھی کہ ہم حملہ کریں گے تاکہ امریکہ اپنا سنبھالا کر لے اور امریکہ کا نقصان نہ ہو اور امریکہ دوبارہ ہمارے اوپر حملہ نہ کرے، امریکہ اور ایران کے درمیان یہ آنکھ مچولی ناٹک تھا، یہ بات اب کھل چکی ہے۔

ادھر عراقی پارلیمان نے ایک قرارداد کے ذریعے امریکہ کو خبردار کیا ہے کہ وہ سرزمین عراق سے نکل جائے، ایران بھی واویلا کر رہا ہے کہ امریکہ خطہ کو چھوڑ دے، مگر اس کے جواب میں امریکی صدر ٹرمپ کہتا ہے کہ ہم کسی صورت بھی یہاں سے آسانی سے نہیں جائیں گے، ہم نے اپنی بے پناہ دولت عراق میں انویسٹ کی ہے، ہم نے ہوائی اڈے بنائے ہیں، ہم نے عراق کی تعمیر و ترقی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے، اس لیے ہمارا مال واپس کیا جائے، پھر فوجیں نکالنے پر صلاح کریں گے۔

اندریں حالات امریکی وزیر خارجہ پومپیو نے ہمارے سپہ سالار مسلح افواج جناب جنرل قمر جاوید باجوہ کو فون کیا ہے، یقیناً مشکل کی گھڑی میں امریکہ پاکستان کی طرف دیکھتا ہے، امریکہ ایران کا ناطقہ بند کرنے کے لیے پاکستان سے اڈے اور دیگر تعاون کا طلب گار ہے، مگر اللہ کرم کرے ہمارے مقتدر طبقہ نے واضح طور پر خطہ میں جنگ وجدال کی کیفیت ختم کرنے کا عندیہ دیتے ہوئے کسی بھی طور جنگ میں فریق نہ بننے کا فیصلہ کیا ہے، ہم اس فیصلے کو تحسین کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، اچھا فیصلہ ہے، جرأت مندانہ فیصلہ ہے، محتاط رہنے ہی کی ضرورت ہے۔

چونکہ اس وقت ہم چاروں طرف سے دشمنوں کے نرغے میں ہیں، افغانستان کی سرحدات پر ہندو بنیا ہمیں نشانے پر رکھے ہوئے ہے، ادھر ایران بھی ہمارا دوست کم اور دشمن زیادہ ہے، اسی ایران کی حدود سے کلبوشن یادیو جیسے ہندو جاسوس پاکستان میں خونی اور خطرناک کارروائیاں کرتے رہے، یہی جرنیل جو امریکی توپوں سے بھونا گیا ہے کہا کرتا تھا کہ ہم پاکستان کے اندر گھس کر اس پر حملہ کریں گے، اسی جرنیل کی تربیت پاکستان آرمی نے کی تھی، اسی جرنیل کی نماز جنازہ علی خامنہ ای کے بعد کرمان میں ایک پاکستانی شیعہ عالم نے پڑھائی۔

پھر امریکہ سی پیک کی وجہ سے بھی ہمارے ساتھ دلی طور پر خوش نہیں ہے، ادھر کشمیر بھارتی ریاست بن جانے کے بعد ہمارے خلاف ہر سمت سخت اشتعال پایا جاتا ہے، آزاد کشمیر کے وزیر اعظم فاروق حیدر نے بھی ایک جلسہ میں سخت کلمات سے برسر اقتدار طبقے کو اور پاکستان آرمی کو متوجہ کرنے کی کوشش کی ہے، دوران گفتگو ان کے رخساروں پر اشکوں کی لڑی رواں تھی، انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ مجھے بتایا گیا ہے کہ تو کشمیر کا آخری وزیر اعظم ہے۔

ادھر بھارت میں مسلمانوں کے خلاف کشادہ زمین تنگ کردی گئی ہے، شہریت بل کے باعث بھارت جہنم کدہ بن چکا ہے،ایک ماہ سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے بھارت میں دلی سے کولکتہ تک، بنارس سے مدراس تک گلی کوچے میں انقلاب انقلاب اور مودی سرکار کے خلاف فلک شگاف نعروں سے ایک بھونچال آیا ہوا ہے، انڈین لیڈر پاکستان کے خلاف لب کشائی اور ہرزہ سرائی کرتے نہیں تھکتے، ایسے میں ہم مشکل ترین حالات سے دوچار ہیں، جنگ وجدال، حرب وضرب کی کسی بھی شکل کو اختیار کرنے کی صورت میں ہم چومکھی جنگ کا ہدف بن سکتے ہیں۔

جہاں ہم مقتدر طبقہ سے نیک خواہشات کی تمنار کھتے ہیں، وہاں ہم پاکستان میں موجود شیعہ کمیونٹی سے بھی یہ امید رکھتے ہیں کہ وہ مشکل کی اس گھڑی میں انتہائی صبر وحوصلہ سے کام لیں، وہ قاسم سلیمانی کے قتل کی آڑ میں پھر سے اپنے مونہوں سے وہ بم و بارود نہ نکالیں جس کی وجہ سے پاکستان دو تین دہائیوں تک کشت وخون کا مرکز و محور بنارہا، جس میں سنی شیعہ علماءاور ذاکرین کی ایک بڑی تعداد موت کے منہ میں چلی گئی، ہمیں محتاط رویہ ہی اختیار کرنا ہے، بقاء باہمی کی شکل اسی طرح پیدا ہوسکتی ہے کہ امریکی جرم کو اہل سنت کے کھاتے میں نہ ڈالا جائے۔

اسی طرح میں پاکستان میں رہنے والے اہل سنت والجماعت سے عرض کروں گا کہ ہمیں بھی امریکہ کی اس بزدلانہ کارروائی پر بغلیں بجانے کی ضرورت نہیں ہے، یہ عالمی گلوبل وار کا ایک بھیانک حصہ ہے، جس کا لقمہ بننے سے ہم نے اپنے احباب کو بچانا ہے، فہم وحکمت سے کام لینے کی ضرورت ہے، ہمیں اپنا وزن کسی ایک پلڑے میں ڈالنے کی بجائے انصاف کا دامن تھامنا ہے، کیونکہ اشتعال انگیزی کہیں ہمارے خرمن کو بھی جلا کر خاکستر کرسکتی ہے۔

سلسلہ روز وشب، نقش گرِ حادثات
سلسلہ روز وشب، اصلِ حیات وممات

الفاظ معانی: سلسلہ روز وشب: دن اور رات کا سلسلہ، دن اور رات کی زنجیر، مراد دن کے بعد رات اور رات کے بعد دن کا ظہور، مسلسل وقت، دن اور رات کی لگاتار تبدیلی۔ سِلسِلہ: زنجیر،کڑی۔ روز وشب: دن اور رات، نقش گر حادِثات: حادثات کے نقوش بنانے والا، واقعات کو نئے نئے نقش دینے والا، حالات کی نمود کا باعث۔ نقش گر: نقش بنانے والا، نقّاش: مصور، حادِثات: حادِثہ کی جمع، واقعات، اصلِ حیات وممات: حیات اور مرگ کی بنیاد، زندگی اور موت کی بنیاد، اَصل: جڑ، بنیاد، حقیقت، حیات: زندگی، و: اور، مَمات: موت۔

مطلب: دن اور رات کا تسلسل درحقیقت مختلف واقعات اور حالات کے ظہور کا سبب ہوتا ہے، دن اور رات کا ایک دوسرے کے بعد آنا ہماری زندگی اور موت کی بنیاد بنتا ہے (زمانہ نئے نئے حالات کی تبدیلی اور موت وحیات کی اصل ہے)

تشریح: اس شعر میں علامہ اقبالؒ نے وقت کے تسلسل اور اس کی اہمیت پر روشنی ڈالی ہے، انہوں نے یہاں وقت کے چند نمایاں پہلوؤں کا اپنے مخصوص فلسفیانہ انداز

میں تذکرہ کیاہے،انہوں نے فلسفہ زمان کو اپنی نظم و نثر میں کئی مقامات پر بیان کر کے ہم پر اس کی فکری ،اسلامی اور معاشرتی اہمیت کو اجاگر کرنے کی ہر ممکن کوشش کی ہے۔

عام آدمی وقت کی صحیح قدر و قیمت اور اس کی فلسفیانہ اہمیت سے آگاہ نہیں ہوتا، وہ زمانے کے تغیرات سے متاثر تو ضرور ہوتا ہے لیکن وہ کبھی اس کی حقیقی نوعیت کو جاننے کا خواہاں نہیں ہوتا، مفکر اسلام اور ترجمان فطرت علامہ اقبالؒ نے اس موضوع پر بہت کچھ کہاہے،اس نظم میں انہوں نے صرف اس کے چند گوشوں کو بے نقاب کیاہے۔

اس شعر کے پہلے مصرع میں انہوں نے زمانے کو روز و شب کا سلسلہ اور حادثات کا نقش گر قرار دیا ہے اور دوسرے مصرع میں انہوں نے اس سلسلہ روز وشب کو زندگی اور موت کی اصل کہاہے، یہاں ان تینوں باتوں کی کسی قدر وضاحت کی جاتی ہے۔

سلسلہ روز وشب: ہم اس بات کو بخوبی جانتے ہیں کہ دنیا میں دن اور رات یکے بعد دیگرے آکر ہماری زندگی کو تبدیل کرتے ہیں، تاریکی کے بعد روشنی اور روشنی کے بعد تاریکی کا سلسلہ جاری ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دن اور رات ایک ہی زنجیر میں جکڑے ہوئے ہیں۔

شاعر نے روز و شب کی اس تبدیلی اور تکرار کو ایک زنجیر سے تشبیہ دی ہے، جس طرح زنجیر میں ایک کڑی کے ساتھ دوسری کڑی ملی ہوتی ہے، اسی طرح دن اور رات بھی قانونِ قدرت کی عالمگیر زنجیر میں جکڑے ہوئے ہیں، علامہ اقبالؒ اس تسلسلِ وقت کو اپنے ایک شعر میں یوں بیان کرتے ہیں

زمانہ کہ زنجیر ایام ہے
دموں کے الٹ پھیر کا نام ہے

قرآن حکیم نے لیل ونہار (رات اور دن) کے اس اختلاف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تلک الایام نداولھا بین الناس (یہ ایام ہیں جنہیں ہم لوگوں کے درمیان ادلتے بدلتے رہتے ہیں)

نقش گرِ حادثات: دن اور رات کی لگاتار گردش اور تبدیلی سے دنیا میں ہر روز نئے نئے واقعات معرض وجود میں آتے رہتے ہیں، اس لیے شاعر نے سلسلہ روز وشب کو نئے نقوش پیدا کرنے کا سبب بتایا ہے، وہ اپنی ایک اور نظم زمانہ میں حالات کی اس تبدیلی کی طرف یوں اشارہ کرتے ہیں کہ زمانہ ایک صُراحی کی مانند ہے، جس سے نئے حوادث ٹپک رہے ہوں، زمانہ اپنے بارے میں کہتا ہے

مری صراحی سے قطرہ قطرہ نئے حوادث ٹپک رہے ہیں
میں اپنی تسبیح روز وشب کا شمار کرتا ہوں دانہ دانہ

اصل حیات و ممات: شاعر مشرق نے زمانے کو حیات اور موت کی اصل قرار دیا ہے کیونکہ انسانی زندگی اور موت کا تعلق وقت کے ساتھ بہت گہرا ہے، ہم وقت پر پیدا ہوتے اور وقت مقررہ پر مر جاتے ہیں، اس لحاظ سے وقت ہماری زندگی اور موت کی بنیاد ہے، علامہ اقبالؒ نے وقت کو تلوار سے بھی تشبیہ دی ہے کیونکہ وقت کی تلوار دنیا کی ہر چیز کاٹ کر رکھ دیتی ہے، وقت تبدیلی کو جنم دیتا ہے اور ہماری زندگی اور موت اس تبدیلی پر منحصر ہیں، اس لحاظ سے وقت حیات وموت کی بھی بنیاد بن جاتا ہے۔

شرح: شیخ العرب والعجم حکیم شاہ محمد اختر رحمۃ اللہ علیہ

اے خدائے باعطا و باوفا
رحم کن بر عمر رفتہ بر جَفا

مولانا جلال الدین رومیؒ اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ! آپ باعطا بھی اور باوفا بھی ہیں، اب سوال ہوتا ہے کہ عطا کو وفا سے کیا نسبت ہے؟

توجواب یہ ہے کہ ہر عطا کا سبب وفا اور محبت ہے، حق تعالیٰ کے جو بے پایاں عطا وانعامات ہیں ان کا سبب اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں کے ساتھ محبت ہے اور دنیا کے جتنے باعطا لوگ ہیں کسی مرحلے پر وہ وفا سے مجبور اور عطا سے معذور ہو جاتے ہیں، مثلاً کسی کا گہرا دوست مقروض ہو گیا اور وہ چاہتا ہے کہ اپنے دوست کی مدد کرے لیکن اس کے پاس اتنا پیسہ نہیں کہ اس کا قرض ادا کر سکے یا دوست کی دشمن پٹائی کر رہے ہیں اور یہ دوست کی مدد کو آیا لیکن چار دشمنوں نے اسے بھی پکڑ لیا، یہ شخص باوفا ہونے کے باوجود باعطا ہونے پر قادر نہیں، وفا سے مجبور اور عطا سے معذور ہو گیا، لیکن اے اللہ! صرف آپ کی ذات ہے کہ کوئی چیز آپ کی عطا میں مانع نہیں ہو سکتی کیونکہ آپ عزیزؓ ہیں، زبردست طاقت والے ہیں، اور عزیزؓ کے معنٰی ہیں القادر علی کل شئ

ولایعجزہ شئی فی استعمال قدرتہ (مرقات المفاتیح) یعنی جو ہر چیز پر قادر ہو اور اپنی قدرت کے استعمال میں کوئی چیز اس کو عاجز نہ کر سکے، اسی لیے حضورﷺ نے فرمایا

اللھم لامانع لمااعطیت ولامعطی لمامنعت(صحیح بخاری)

یہ لا نفی جنس کا ہے کہ اے اللہ! جنس کی کوئی نوع یعنی کوئی بھی چیز ایسی نہیں ہے کہ آپ عطا فرمانا چاہیں اور وہ اس میں مانع ہو جائے اور جس کو آپ اپنی عطا سے محروم کریں تو کوئی عطا کرنے والا اس کو عطا نہیں کر سکتا، جب حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی نے نگل لیا تو وہ تین اندھیروں میں تھے، رات کا اندھیرا، مچھلی کے پیٹ کا اندھیرا اور دریا کی تہہ کا اندھیرا اور فھو کظیمٌ (یوسف) وہ گھٹ رہے تھے، وہاں کون تھا جو آپ کے پیغمبر کو اس امتحان سے نجات دیتا، لیکن آپ کی عطا میں کوئی چیز مانع نہ ہوئی اور دریا کی تہہ میں آپ نے سنگ ریزوں سے پڑھوا دیا

لاالہ الاانت سبحانک انی کنت من الظالمین (الانبیاء)

اور اشارہ دے دیا کہ یہ پڑھ لو تو نجات پا جاؤ گے اور سبحانک میں یہ علم پوشیدہ ہے کہ اس وقت بھی جبکہ مچھلی نے نگل لیا ہے، آپ اس وقت بھی پاک ہیں ہر ظلم سے، آپ ظالم نہیں ہیں، میں ہی ظالم ہوں، تو آپ ایسے باعطا ہیں اور باوفا کیسے کہ اپنے پیاروں اور وفاداروں کی سات پشت بلکہ دس پشت تک رحمت نازل فرماتے ہیں

واماالجدار فکان لغلمین یتیمین فی المدینہ وکان تحتہ کنزلھما

اور وہ دیوار جس کے نیچے دو یتیم بچوں کا خزانہ دفن تھا، گر رہی تھی، آپ نے حضرت خضر علیہ السلام سے اس کو بنوایا تاکہ ظالم بادشاہ اس خزانے کو نہ چھین سکے اور اس عطا اور کرم کی وجہ آپ نے قرآن پاک میں بیان فرمائی وکان ابوھما صالحا کہ ان دونوں بچوں کا باپ ہمارا وفادار اور پیارا تھا اور یہ باپ کون تھا؟ روایت ہے کہ کان الاب

السابع وفی روایۃ الاب العاشر (روح المعانی) یہ ساتواں باپ تھا اور ایک روایت میں ہے کہ دسواں باپ تھا، آہ! آپ کیسے باوفا ہیں کہ جو آپ کا ہو جاتا ہے آپ اس کی دس پشت تک رحمت نازل فرماتے ہیں، دنیا میں بھی ہمارے ساتھ ہیں، قبر میں بھی ہمارے ساتھ ہوں گے، میدان محشر میں بھی اور پل صراط پر بھی اللہ ہی ساتھ دے گا، ہمارا مالک دونوں جہاں کا مالک ہے اور دونوں جہاں میں صرف وہی باوفا ہے۔

اور دنیا کے باعطا بادشاہ اگر مجرموں کو معاف کرتے ہیں تو عدالت عالیہ میں اس کا سابقہ ریکارڈ محفوظ رکھتے ہیں تاکہ اگر آیندہ کبھی وہ پھر بے وفائی کرے تو اس کا سابقہ ریکارڈ فرد جرم عائد کرنے میں ثبوت فراہم کرے، لیکن اے اللہ! آپ ایسے باعطا ہیں کہ جس کو معاف کرتے ہیں اس کا سارا ریکارڈ ضایع کر دیتے ہیں تاکہ میرا بندہ قیامت کے دن رسوانہ ہو، حضور ﷺ فرماتے ہیں

اذا تاب العبد انسی اللہ الحفظہ ذنوبہ وانسی ذالک جوارحہ ومعالمہ من الارض حتی یلقی اللہ ولیس علیہ شاھدمن اللہ بذنب

جب بندہ توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کراماً کاتبین سے اس کے گناہوں کو بھلا دیتے ہیں اور اس کے جوارح یعنی اعضائے جسم جو اس کے خلاف گواہی دیتے ان کو بھی بھلا دیتے ہیں اور جس زمین پر اس نے گناہ کیا تھا (اور وہ زمین اس کے خلاف گواہ ہوتی) اس زمین سے بھی اس کے گناہوں کے نشانات کو مٹا دیتے ہیں یہاں تک کہ قیامت کے دن وہ اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کے گناہوں پر کوئی شہادت دینے والا نہ ہو گا۔

مولانا رومی فرماتے ہیں کہ اے اللہ! آپ تو ایسے باعطا اور باوفا ہیں اور ہم اتنے ہی بے وفا اور پر جفا ہیں۔

مجھ سے طغیانی وفسق وسرکشی تجھ سے بندہ پروری ہوتی رہی

لہذا اے اللہ! ہماری جفاؤں پر اور ہمارے گناہوں پر نظر نہ فرمایئے کہ آپ کریم ہیں،آپ ہماری اس عمر پر جو گناہوں میں گزر گئی رحم فرمادیجیے

دادہ عمرے کہ ہر روزے ازاں کس نداند قیمتِ آن در جہاں

مولانا رومی اللہ تعالٰی سے عرض کرتے ہیں کہ اے خدا!آپ نے ہمیں ایسی زندگی بخشی ہے کہ جس کے ایک روز کی قیمت دنیا میں کوئی نہیں جانتا کہ یہ زندگی کتنی قیمتی ہے،اس کی ایک سانس میں انسان کافر سے مومن،فاسق سے ولی، جہنمی سے جنتی بن سکتا ہے اور اگر اس کی قیمت نہ پہچانی اور زندگی کو ضایع کردیا تو موت کے وقت حسرت ہوگی کہ آہ! جس سانس میں ہم اللہ کو راضی کرکے دائمی جنت حاصل کر سکتے تھے اس کو ہم نے دنیا کی عارضی لذتوں میں ضایع کردیا اور موت کے وقت وہ مہلت ختم ہوگئی۔

ولن یوخراللہ نفسا اذاجآء اجلھا(المنافقون)

اور اللہ کسی شخص کو ہرگز مہلت نہیں دیتا جبکہ اس کی میعاد(عمر) ختم ہونے پر آجاتی ہے،اس وقت اس زندگی کی ایک سانس کی قیمت معلوم ہوگی کہ اگر بادشاہ اپنی ساری سلطنت حضرت عزرائیل علیہ السلام کے قدموں میں ڈال دے کہ مجھے ایک لمحے کی مہلت دے دو تاکہ میں توبہ کرکے اللہ کو راضی کرلوں تو مہلت نہ ملے گی،یہ ایسی قیمتی زندگی ہے،پس اے اللہ! ہمیں توفیق دے دیجیے کہ ہم آپ کو یاد کرکے اور آپ کو راضی کرکے اور مہلتِ حیات سے پورا پورا فائدہ اٹھا کر ابدی کامیابی حاصل کرلیں

خرچ کردم عمرِ خود را دمبدم در دمیدم جملہ را در زیر و بم

اے خدا!ایسی قیمتی زندگی کو میں نے زیر و بم یعنی لہو و لعب میں پھونک ڈالا

احتساب کے لیے قائم کیے جانے والے ادارے نیب کے بارے میں ایک عرصہ سے اچھی خبریں نہیں آرہی تھیں، جانکار لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ احتساب کے لیے کم اور سیاسی مخالفین سے انتقام کے لیے زیادہ کام کرتا ہے،اس کی دلیلیں اگرچہ نیب نہیں دیتا مگر جن لوگوں کو کھینچ تان کر اس نیب کے ظالمانہ قوانین کی بھینٹ چڑھایا گیا وہ کہتے ہیں کہ وقت کے حکمرانوں نے ان لوگوں کے گریبانوں میں ہاتھ نہیں ڈالا جو بر سر اقتدار طبقہ کے قدموں میں جا کر بیٹھ گئے تھے، مگر حزب مخالف کے لوگوں پر کیس چلائے گئے، ان کو عدالتوں کے کٹہروں میں لا کھڑا کیا گیا، انہیں ہتھ کڑیاں لگائی گئیں، انہیں تکالیف دی گئیں، مگران کی طویل قید وبند کے باوجود کوئی ایسی چیز نہیں نکالی جا سکی جسے دلیل کے طور پر پیش کیا جا سکے۔

مسلم لیگ پاکستان کے تاحیات قائد اور پاکستان میں تین بار وزیر اعظم رہنے والے میاں محمد نواز شریف پر کیس بنایا گیا، ایک دن بڑی بڑی گاڑیوں میں الزامات کی کتابیں لاد کر لائی گئیں، مگر جب ان کے خلاف بنائے گئے کیس کا فیصلہ سنایا گیا تو انہیں سزا دینے والے جج نے کہا کہ میں نے اپنے ضمیر کے خلاف فیصلہ دیا ہے، مجھ سے یہ فیصلہ دلوایا گیا ہے، جج کی گفتگو کسی صاحب نے ریکارڈ کر لی تھی، جسے میاں نواز شریف کی صاحبزادی نے بر سر عام میڈیا کے سامنے پیش کیا تھا۔

۹ جنوری ۲۰۲۰ء میں اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین قبلہ ایاز نے ایک پریس کانفرنس کرتے ہوئے نیب آرڈیننس کی کچھ دفعات کو غیر شرعی اور غیر اسلامی قرار دیا تھا۔انہوں نے نیب آرڈیننس کی دفعات ۱۴ڈی،۱۵اے اور ۲۶ کو غیر شرعی قرار دیتے ہوئے کہا تھا کہ نیب ملزمان کو ہتھکڑی لگانا، میڈیا پر ان کی تشہیر کرنا، حراست میں رکھنا، بے گناہ کو ملزم ثابت کرنا، وعدہ معاف گواہ بننا اور پلی بارگین کی دفعات بھی غیر اسلامی ہیں۔

چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل کی پریس کانفرنس پر ردِ عمل کا اظہار کرتے ہوئے وفاقی وزیر فواد چوہدری نے سماجی رابطے کی ویب سائٹ پر کہا تھا کہ اسلامی نظریاتی کونسل کی کارکردگی پر سنجیدہ سوالات ہیں۔انہوں نے کہا تھا کہ آج تک مذہبی طبقات کی سوچ کو اسلامی نظریاتی کونسل سے کوئی رہنمائی نہیں ملی، ایسے ادارے پر کروڑوں روپے خرچ کرنے کا جواز سمجھ سے بالاتر ہے۔
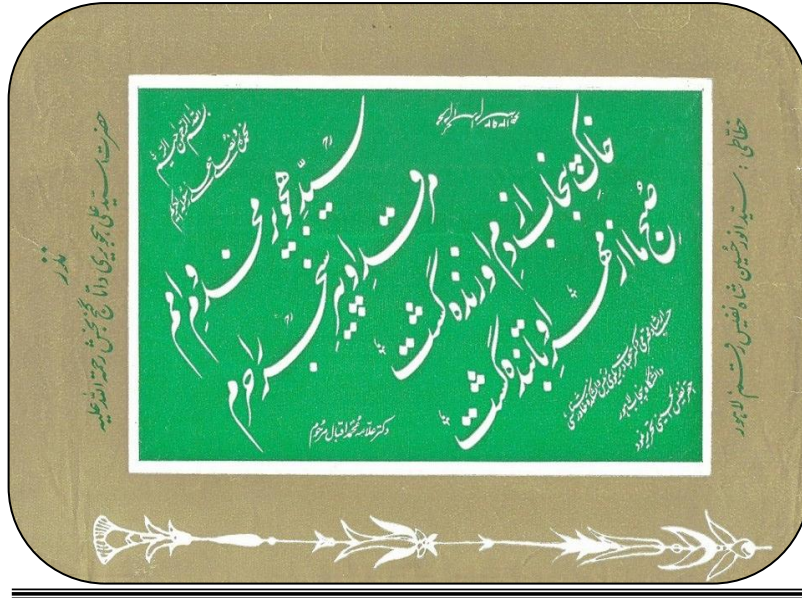
ادارہ الحرمین
(پرائیویٹ) لمیٹڈ
حج وعمرہ
شاہد منظور چیف ایگزیکٹو
حج وعمرہ کا بااعتماد ادارہ
1429/A طفیل روڈ نزد گول چکر صدر کینٹ Cell:0321-8453313,Ph:36624277-8